شریعت

مولوی پالن حقانی کی کتاب
شریعت یا جہالت کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ؕ

پہلے اسے پڑھئے

آج ہندوستان میں مسلمانوں کے بے شمار مسائل ہیں۔ لیکن دین کے بعد سب سے اہم مسئلہ ان کے ذریعہ معاش کا ہے کہ وہی مدار حیات ہے چند لاکھ دولت مندوں کو الگ کر دیجئے تو کئی کروڑوں مسلمانوں میں آپ کو سوائے غریبوں مزدوروں اور محنت کشوں کے اور کوئی نہیں ملے گا۔

مذہبی زندگی، اخلاقی کردار، قومی خودداری اور شرافت نفس پر محتاجی، تنگ دستی اور بے کاری کا کیا اثر پڑتا ہے یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے شب و روز اس کی مثالیں ہماری نگاہوں سے گزر رہی ہیں۔

یہی وہ محرکات ہیں جن کے پس منظر میں جمشید پور کے تعمیری ذہن رکھنے والے مسلمانوں نے ۱۹۷۲ء میں "فیض العلوم ٹکنیکل انسی ٹیوٹ" کے نام سے ایک صنعتی تربیتی ادارے کی بنیاد رکھی تاکہ آج کے مشینی دور میں مسلم نوجوانوں کو خودکفیل زندگی گزارنے کے قابل بنایا جاسکے۔

ایک سال کی تگ و دو اور صبر آزما محنتوں اور کوششوں کے بعد مختلف مشینوں، تعلیمی آلات، ورکشاپ، تعلیم گاہ اور ضروری لوازمات کے ساتھ انسٹی ٹیوٹ کا ڈھانچہ تیار ہوگیا۔

اور ۲۴ اپریل ۱۹۷۳ء کی تاریخ اس کے افتتاح کے لیے طے پا گئی، اخبارات پوسٹروں اور تعارفی لٹریچر کے ذریعے جب ملک میں اس کی تشہیر ہوئی تو یہ دیکھ کر ہم دنگ رہ گئے کہ ملک کے کونے کونے سے تحسین و مبارکباد اور حوصلہ افزا پیغامات کے انبار لگ گئے۔

ٹھیک اس وقت جب کہ جشن افتتاح کے انتظامات میں شہر کے مختلف حلقے مصروف تھے "پالن حقانی" نام کے ایک مولانا جمشید پور میں تشریف لائے اور ابتدائی تقریر میں انھوں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا ہم نہ دیوبندی ہیں اور نہ بریلوی۔ لیکن دو ہی تقریر کے بعد وہ بالکل ننگے ہو گئے اور مذہب اہلسنّت کے خلاف زہر اُگلنا شروع کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور ان کے ساتھ وہی لوگ رہ گئے جو تبلیغی جماعت اور دیوبندی فرقے سے تعلق رکھتے ہیں۔

بیس یا بائیس دن کی مدّت قیام میں ان کی تقریروں سے جمشید پور کے مسلمانوں کو کیا فیض پہنچا۔ اگر ہم اسے چند جملوں میں بیان کریں تو صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ محلے محلے، گھر گھر اور بھائی بھائی کے درمیان جو منافرت کی آگ وہ لگا گئے، اب تک سلگ رہی ہے اور نہیں کہا جا سکتا کہ جمشید پور کے مزدور مسلمانوں کو کب تک اس آگ میں جلنا پڑے گا۔ یہ ہے ان کا وہ گرانقدر عطیہ جس کے صلے میں اُن کے عقیدت مندوں نے اُنہیں ہزاروں روپے کی بھینٹ چڑھائی اور وہ "جیب بھرو" نہیں، بلکہ "تھیلا بھرو مولوی" بن کر یہاں سے تشریف لے گئے۔

کبھی کبھی سوچتا ہوں تو دماغ پھٹنے لگتا ہے کہ تخریب اور فساد کے لیے لوگوں میں کتنے غضب کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جنگل کی آگ کی طرح شر پھیلانے کے لیے وقت دھن اور جسم وجان کی بڑی سے بڑی قربانی سے بھی لوگ دریغ نہیں کرتے۔ لیکن اُن ہی لوگوں سے اگر کہا جائے کہ صرف آواز اور نغموں کے بل پر کوئی قوم زندہ نہیں رہ سکتی مستقبل کی تعمیر کی طرف بڑھو تو ان کے پاؤں شل ہو جاتے ہیں۔ ان کی جیب خالی ہو جاتی ہے اور اس کے لیے ان کے وقت میں ایک لمحے کی گنجائش نہیں باقی رہتی۔

حقانی صاحب کے متعلق مجھے لوگوں نے بتایا کہ وہ عطائی حکیم کی طرح "عطائی مولوی" ہیں۔ قوالی گاتے گاتے وہ اچانک واعظ بن گئے اور آج بھی قوالی اور گالی، ان کے وعظ کا بہت اہم حصہ ہے۔ یہاں تک کہ اگر اسے ان کے وعظ سے الگ کر دیا جائے تو ان کی محفل میں ان کے بجائے اُلّو بولنے لگے۔

اپنی بے علمی کو چھپانے کے لیے اُنہوں نے چند اُردو کتابوں کے صفحات اور آیتوں اور حدیثوں کے نمبر رٹ لیے ہیں۔ حالانکہ یہی ان کی بے علمی کی سب سے بڑی نشانی ہے۔ کیونکہ احادیث کی اصل کتابوں میں کسی بھی حدیث کا نمبر نہیں دیا گیا ہے۔ اسی طرح قرآن میں ایک ایک آیت کا نمبر بھی قرآن کی تفسیروں اور پرانے نسخوں میں کہیں درج نہیں ہے یہ ساری بدعتیں بعد کے اُردو ترجمے والوں نے نکالی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ان کی کتاب شریعت یا جہالت میں قرآن کی آیتیں اُردو میں لکھی گئی ہیں۔ کسی بھی زبان میں قرآن کی آیتوں کا ترجمہ بغیر کسی قباحت کے کیا

جا سکتا ہے۔ لیکن بہر حال اُسے ترجمہ ہی کہا جائے گا۔ لیکن حقانی صاحب نے اردو زبان میں آیتوں کو اس طرح پیش کیا ہے جیسے لگتا ہے کہ قرآن اردو ہی میں نازل ہوا تھا۔ بغیر عربی عبارت کے صرف اردو ترجمہ پیش کرنے میں سب سے بڑی مصلحت یہ ہے کہ الفاظ کا غلط ترجمہ کر کے لوگوں کو گمراہ کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں اصل قرآن دیکھے بغیر ترجمے کی چوری پکڑنا بہت مشکل ہے۔

ان کی کتاب "شریعت یا جہالت" اپنے علمی مواد اور فنی نقاہت کی لحاظ سے ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ اُسے کوئی اہمیت دی جائے یا اس کا جواب لکھا جائے۔ اور یہ میں ازراہِ تعصب یا اُن سے مذہبی اختلاف کے جذبے میں نہیں کہہ رہا ہوں، بلکہ ان کے ہم عقیدہ علماء نے بھی ان کی کتاب کے متعلق یہی رائے قائم کی ہے۔ جیسا کہ "شریعت یا جہالت" کے صفحہ ۵۲۸ پر خود ان کے مداحوں نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔ ان ہی کے الفاظ میں اس حقیقت کا اعتراف ملاحظہ فرمایئے۔

لکھتے ہیں کہ:

تعجب اور افسوس تو اس پر ہے کہ اپنے بعض دیوبندی المسلک عالم بھی حسد و عناد پر اتر آئے اور حقانی صاحب کو ان پڑھ بنا کر ان کی کتاب "شریعت یا جہالت" کو غیر مستند اور کمزور عبارتیں پیش کر کے گرانا چاہا۔ مگر سب نے دیکھ لیا کہ ایسے عالم خود ہی عوام کی نظروں سے گر گئے۔ (صفحہ ۵۲۸)

عوام کی نظروں سے گر گئے اس لیے وہ کتاب مستند ہو گئی کیونکہ آج کل جنتا راج ہے۔ یہیں سے بات صاف ہو جاتی ہے کہ کتاب کا مقام اعتبار

کیا ہے ؟

بس اسی طلسم فریب کو توڑنے کے لیے میں نے اس کی ضرورت محسوس کی کہ ان کی کتاب کی علمی حیثیت کو عوام کے سامنے اچھی طرح بے نقاب کر دیا جائے تاکہ اہلِ علم کو دوبارہ اس صورتِ حال کا سامنا نہ کرنا پڑے کہ وہ عوام کی نظروں سے گر جائیں۔

میں نے جواب میں اس بات کی خاص طور پر کوشش کی ہے کہ ان ہی کی کتاب سے ان کا جھوٹ فاش کیا جائے۔ اور ان کی تحریروں سے ان کی کتاب کے مندرجات کی تردید کی جائے۔ البتہ ان کی غلطیوں کی مزید وضاحت کے لیے اُن کے ہم عقیدہ علماء کی تحریروں سے بھی کام لیا ہے اور صرف ایک یا دو جگہ میں نے ائمہ اسلام کی عبارتیں تائید میں پیش کی ہیں۔

بے پناہ مصروفیات کے ہجوم میں اس کتاب کی ترتیب کے لیے بڑی مشکل سے وقت نکالا ہے۔ توفیق خداوندی نے اعانت فرمائی تو انگلستان کے سفر سے واپسی کے بعد اہلِ سنّت کے معتقدات و مسائل پر ایک ضخیم کتاب تصنیف کروں گا۔ اور جس میں قرآن و حدیث سے ثابت کروں گا کہ مذہب اہلِ سُنّت ہی مذہبِ حق ہے۔

خدا کرے میری یہ قلمی کاوش عامۂ مسلمین کو وقت کے ایک عظیم فتنے سے بچانے میں مفید ثابت ہو۔

وما علینا الا البلاغ

ارشد القادری

۸ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۵ مئی ۱۹۷۲ء

جمشید پور (بہار)

گالیاں

حقانی صاحب نے اپنی کتاب "شریعت یا جہالت" میں مسلمانانِ ہند کو جو منہ بھر کر گالیاں دی ہیں، اُنہیں جاہل بنایا ہے کافر و مشرک کہا ہے، دل آزار جملے لکھے ہیں، ذیل میں ان کے اقتباسات ملاحظہ فرمایئے تاکہ اُن کی فتنہ پرور اور شر پسند طبیعت کا آپ اندازہ لگا سکیں۔

(۱)

اپنی کتاب کے صـ۹۱ پر تحریر فرماتے ہیں:

ہندوستان کے اکثر مسلمانوں کا اندھاپا تو دیکھیے نہ تو قرآن کریم کی آیتوں کو مانتے ہیں اور نہ حدیثوں کو اور نہ ہی حنفی مذہب کی معتبر کتابوں کو پھر بھی اپنے آپ کو سُنّت والجماعت سمجھتے ہیں۔

انصاف کیجئے! اس سے زیادہ سخت حملہ مسلمانوں پر اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ معاذاللہ قرآن کی آیتوں کو نہیں مانتے عمل کی کمزوریوں سے انکار نہیں۔ لیکن قرآن کی آیتوں کو نہ ماننے کا الزام مسلمانوں پر کھُلا ہوا بہتان ہے۔ ہندوستان کے اکثر مسلمانوں پر اُنہوں نے یہ بہتان لگایا ہے۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ ایک بھی مسلمان ایسا نہیں ملے گا جو قرآن وحدیث کو ماننے سے انکار کرتا ہو۔

ہندوستان کے اکثر مسلمانوں پر اندھے پن کا الزام لگا کر اُنہوں نے عام مسلمانوں کی جو توہین کی ہے اس کے خلاف ہر غیرت مند مسلمان کو سخت احتجاج کرنا چاہیئے۔

اسی کا نام اگر دینی تبلیغ ہے کہ کھلے بندوں مسلمانوں کی دل آزاری کی جائے تو خدا محفوظ رکھے اپنے بندوں کو اس کی نحوست سے۔

(۲)

اپنی کتاب کے صفحہ ۱۸۶ پر تحریر فرماتے ہیں:

ہندوستان کے اکثر مسلمانوں کی جہالت تو دیکھیے اگر کوئی کہہ دے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انسان تھے تو اس کو وہابی اور اسلام سے خارج سمجھتے ہیں اور بولنا چالنا اور سلام و کلام بھی اس سے حرام سمجھتے ہیں۔

خدا کی پناہ! ہندوستان کے اکثر مسلمانوں پر حقانی صاحب کا یہ دوسرا حملہ ہے۔ وہاں اندھے پن اور قرآن کی آیتوں کے نہ ماننے کا الزام تھا۔ یہاں جہالت کے الزام کے ساتھ ساتھ ایک نیا الزام اور تراشا گیا ہے کہ ہندوستان کے اکثر مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انسان ہی نہیں سمجھتے اور اس عقیدے پر وہ اتنی سختی کے ساتھ قائم ہیں کہ جو لوگ انسان کہتے ہیں وہ انہیں مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔

ذرا حقانی صاحب کی دلیری ملاحظہ فرمائیے! کہ ہندوستان کے اکثر مسلمانوں پر یہ بہتان لگاتے ہوئے انہوں نے ذرا نہیں سوچا کہ وہ بات اسی دنیا کی کر رہے ہیں کل نہیں چھوڑا ہے پر کوئی دل جلا مسلمان اگر ان کا گریبان تھام کے یہ سوال کر بیٹھے کہ ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں پر آپ نے جو یہ جھوٹا بہتان لگایا ہے اسے ثابت کیجئے ورنہ آپ کا منہ کالا کر کے سارے شہر میں آپ کو پھرایا جائے گا۔ تو وہ کیونکر اپنی جان چھڑا سکیں گے۔

بے تحاشہ جھوٹ بول کر مسلمانوں کو ذلیل کرنا اگر کوئی ہنر ہے تو میں اعتراف کرتا ہوں کہ حقانی صاحب اس ہنر میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔

(۳)

اپنی کتاب کے صفحہ ۲۰۹ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

یہودیوں کے نقش قدم پر چلنے والے آج اکثر مسلمان ہی ہیں۔ عشق رسول کا دعویٰ کرنے والے مسلمان، محبت رسول کا دم بھرنے والے مسلمان، یارسول اللہ کا نعرہ لگانے والے مسلمان، آپ کے بالوں پر جان دینے والے مسلمان، آپ کے قدم کے نشان کو پوجنے والے مسلمان، ایسے ملیں گے کہ اگر شریعت محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی صحیح بات کسی اللہ والے سے سنتے ہیں تو اس طرح بھاگ کھڑے ہوتے ہیں جس طرح جنگلی جانور (شریعت یا جہالت)

ہندوستان کے اکثر مسلمانوں پر حقانی صاحب کا یہ تیسرا حملہ ہے۔ اس بار بھی انہوں نے ایک نیا الزام تراشا ہے کہ ہندوستان کے اکثر مسلمان یہودیوں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ اور مسلمانوں کی اس کھلی ہوئی دل آزاری کے بعد بھی ان کا جی نہیں بھرا تو ہندوستان کے اکثر مسلمانوں کو جنگلی جانوروں کے ساتھ تشبیہ دے کر ذلیل کرنے والی اہانت پر اتر آئے۔

آپ ہی انصاف کیجئے کہ اس عبارت میں ہندوستان کے اکثر مسلمانوں کی جو انہوں نے کھلی ہوئی توہین کی ہے آخر اس کی فریاد کہاں کی جائے۔

کیا یہ الزام صحیح ہے کہ شریعتِ محمدیہ کی بات سن کر ہندوستان کے مسلمان جنگلی جانوروں کی طرح بھاگ کھڑے ہوتے ہیں، ہندوستان میں اکثر مسلمانوں کی بات تو الگ رہی ایک مسلمان بھی آپ کو ایسا نہیں ملے گا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نشان قدم کو پوجتا ہے۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نشانِ قدم کا احترام بجا لانا پوجنا ہے تو یہ الزام ہندوستان کے اکثر مسلمانوں پر نہیں بلکہ براہ راست قرآن پر ہے کہ اس

نے کھُلے لفظوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نشان قدم کو "سجدہ گاہ" بنانے کا حکم دے کر تعظیم آثار کے عقیدے پر مہر لگا دی ہے۔

(۴)

اپنی کتاب کے صفحہ ۲،۲ پر تحریر فرماتے ہیں:

آج یہی حالت ہمارے ہندوستان کے اکثر جاہل مسلمان بھائیوں کی ہے جو اگلے مشرکوں کی تھی۔ عرب کے مشرک ہندوؤں جیسا عقیدہ رکھتے تھے۔ جس طرح ہندو یہ بھی کہتے ہیں کہ ایشور جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کے خلاف کوئی کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ مگر پھر بھی سینکڑوں معبود بنا رکھے ہیں کہیں دیوی پوجی جاتی ہے، کوئی ہنومان کو مانتا ہے، کوئی مہا دیو کی لنگ پوجا کرتا ہے۔ کوئی لچھمن کی مورتی پر جل چڑھاتا ہے۔ پھر ہر ملک میں ہر قوم کا خدا ہی معبود ہے۔ آگ، پانی، شجر، آفتاب، ستارے کوئی چیز بھی نہیں چھوڑی کہ کسی کو نہ پوجتے ہوں، یہی حاجت روا جان کر ان کی نذر و نیاز کرنا ان کی عبادت ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ان میں بھی ایشور کی مایا ہے۔ یہ بھی بڑی قدرت رکھتے ہیں۔ یہی حال عرب کے مشرکوں کا تھا۔

افسوس ہندوستان کے جاہل مسلمانوں میں بھی ہندو کی صحبت کا اثر آگیا اور یہ بھی اپنے بزرگوں کے ساتھ قریب قریب یہی برتاؤ کرنے لگے۔

یعنی یہاں کے اکثر مسلمانوں نے بھی بہت سارے بُت خانے بنا رکھے ہیں اور جنہیں وہ انبیاء اولیاء اور شہداء کے مزارات کہتے ہیں۔ وہ مزارات نہیں ہیں بلکہ پتھروں کے تراشے ہوئے اصنام ہیں اور جس کا نام اُنہوں نے فاتحہ اور زیارت دے رکھا ہے۔ وہ پوجا پاٹ ہے۔ اس عبارت میں حقانی صاحب

نے ہندوستان کے مسلمانوں کے مذہب و اعتقاد کا رشتہ ایک طرف عرب کے
مشرکوں اور دوسری طرف بھارت کے ہندوؤں کے ساتھ جوڑ کر یہ ثابت کرنے
کی کوشش کی ہے کہ نہ پہلے ان کا اسلام سے کوئی تعلق تھا اور نہ آج اسلام سے
کوئی تعلق ہے۔ ہندوستان میں اگر کوئی سچا مسلمان ہے تو وہ صرف حقانی صاحب
اور ان کے متبعین ہیں۔ باقی سب کے سب مشرک ہیں۔ فرق اگر ہے تو صرف چوٹی
اور داڑھی کا ہے۔

قلم کی تلوار ان کے ہاتھ میں ہے۔ جس طرح چاہیں ہندوستان کے مسلمانوں
کو ذبح کریں۔ لیکن غریب اسلام پر اتنی مہربانی ضرور فرمائیں کہ اپنے اس ناپاک
مشغلے کو اسلام کی خدمت سے تعبیر نہ کریں۔

(۵)

اپنی کتاب کے صفحہ ۳۰۴ پر تحریر فرماتے ہیں:

ہندوستان کے اکثر مسلمانوں پر جہالت ایسی چھائی ہوئی ہے کہ
بدعتوں پر عمل کریں تو دین کی پابندی سمجھتے ہیں اور کفر کریں تو ثواب سمجھتے
ہیں اور شرک کریں تو نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ ہے کوئی حد جہالت کی؟

ہندوستان کے مسلمانوں کی اکثریت پر حقانی صاحب کا یہ پانچواں حملہ ہے
اور اس بار کا حملہ اتنا کاری ہے کہ شاید ہی کوئی مسلمان اس کی تاب لا سکے۔
اب تک تو گول مول اور مبہم انداز میں ہندوستان کے مسلمانوں کو غیر مسلم
سمجھنے کی ترغیب دے رہے تھے۔ لیکن یہاں وہ بالکل کھل کر سامنے آگئے
ہیں۔ ہندوستان کے اکثر مسلمانوں پر کفر اور شرک کے ارتکاب کا الزام عائد کر
دینے کے بعد اب ان کے مسلمان ہونے کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے۔
اس لیے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہندوستان میں کروڑوں مسلمان ہیں

اُن کے منہ میں لگام دیجیے ۔ اور ان سے کہیے کہ ان چند ہزار افراد کے سوا جو حقانی صاحب کے ساتھ ہیں، ہندوستان میں کوئی مسلمان ہی کہاں رہے ہے ؟

صد حیف ! کہ ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں پر اس کھلے ہوئے قاتلانہ حملے کے بعد بھی لوگ حقانی صاحب کو سراہتے ہیں کہ اُنھوں نے یہ کتاب لکھ کر اسلام کی عظیم خدمت کی ہے ۔

میرا خیال ہے کہ موصوف کی طرح اسلام کے دس بیس خدمت گزار اور پیدا ہو جائیں تو ہندوستان میں مسلمانوں کا کوئی مسئلہ ہی باقی نہ رہے نہ اسلام نہ مسلمان ۔

عام مسلمانوں کی جی کھول کر تجہیل، تکفیر اور مذمت کرنے کے بعد اب حقانی صاحب نے صوفیوں، پیروں اور مولویوں کے خلاف جو زہر افشانی کی ہے ذرا دو تین نمونے اس کے بھی ملاحظہ فرمائیں تاکہ آپ کو اچھی طرح اندازہ لگ جائے کہ وہ کتنے بڑے شریف الطبع اور نیک سرشت انسان ہیں ۔

⑥

اپنی کتاب کے صفحہ ۱۸۱ پر تحریر فرماتے ہیں :

اب آپ سوچیں کہ یہ جاہل صوفی اور جاہل فقیر وغیرہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے چالیس پارے قرآن شریف کے نازل کیے تھے ۔ مگر اس میں سے دس پارے آپ نے کسی کو نہیں تبلائے یہ جاہل لوگ اپنے آپ کو عاشقانِ رسول کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک جھوٹا بہتان لگاتے ہیں ۔

⑦

اپنی کتاب کے صفحہ ۹۲ پر تحریر فرماتے ہیں :

جاہل "جیب بھرو پیر" اور جاہل پیٹ بھرو مولوی اپنے مرید اور مقتدیوں

کو بھکاتے رہتے ہیں کہ تبلیغی جماعت والوں یا دیوبند کے عالموں کو یا ان کے چاہنے والوں کو تم لوگ سلام کروگے یا جواب دوگے تو کافر ہو جاؤ گے۔ جہالت کی بھی کوئی حد ہے۔

۸

اپنی کتاب کے صفحہ ۶۵ پر تحریر فرماتے ہیں:

افسوس! آج اپنے آپ کو پیر اور مولوی کہلانے والے بھی مسلمانوں کو ستانے میں کسر باقی نہیں رکھتے اپنے مُرید اور مقتدیوں کو بہکاتے رہتے ہیں اور وہ لوگ ان کے کہنے میں آکر مسلمانوں کو مسجد میں نماز تک پڑھنے نہیں دیتے اور ستانے اور دُکھ دینے میں ہی اپنی ایمانداری اور نجات سمجھتے ہیں۔

انصاف کیجئے! ان عبارتوں میں پیروں، صوفیوں اور مولویوں کے خلاف اُنہوں نے تین طرح کے بہتان لگائے ہیں۔ پہلا بہتان تو یہ ہے کہ وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کے چالیس پارے نازل ہوئے تھے جن میں سے حضور نے دس پارے چُھپا لیے۔

دوسرا بہتان یہ ہے کہ وہ اپنے مقتدیوں کو بہکاتے رہتے ہیں کہ تبلیغی جماعت والوں یا دیوبندی عالموں کو سلام کروگے یا جواب دوگے تو کافر ہو جاؤ گے۔

تیسرا بہتان یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو مسجدوں میں نماز نہیں پڑھنے دیتے بلکہ مسلمانوں کو ستانے اور دکھ دینے میں اپنی نجات سمجھتے ہیں۔

حقانی صاحب ایک ذمہ دار مصنّف کی حیثیت سے اگر اپنے آپ کو اپنی تحریر کا جواب دہ سمجھتے ہیں تو میں اُنہیں چیلنج کروں گا کہ وہ تینوں الزامات کو ثابت کریں اور اگر وہ ثابت نہیں کر سکتے اور مجھے یقین ہے کہ وہ کبھی ثابت

نہیں کر سکیں گے تو انہیں جھوٹ کا انبار جمع کر کے مسلمانوں میں منافرت پھیلانے کا یہ ناپاک مشغلہ ترک کر دینا چاہیئے۔

پھکڑ بازوں ہی کی زبان میں انہیں گفتگو کرنی تھی تو انہیں کس نے کہہ دیا تھا کہ وہ کتاب کے مصنف یا مذہبی پیشوا کی حیثیت سے مسلمانوں کے سامنے تشریف لائیں اور دینی پیشوائی کے منصب کو بدنام کریں۔ پیٹ کا ایندھن جمع کرنے کے لیے اور بھی بہت سے جائز طریقے ہیں۔ اسی زبان کا ایک نمونہ اور ملاحظہ فرمائیں۔

⑨

اپنی کتاب ۱ کے صفحہ ۳۰۰ پر تحریر فرماتے ہیں:

انگوٹھیوں میں پتھر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے جنہیں اکثر لوگ بے سمجھے بوجھے شوقیہ پہنتے ہیں اور بعض لوگ اس نیت سے پہنتے ہیں اور گلے میں بھی لٹکاتے ہیں کہ یہ کار آمد ہے یعنی اس کو انگوٹھی میں ڈلوا کر انگلی میں پہننے سے یا چاندی میں منڈھوا کر گلے میں لٹکانے سے نفع ہوتا ہے اور نقصان سے انسان بچ جاتا ہے۔ لہٰذا پتھروں کے نام بھی لیتے ہیں کہ یہ پتھر سلیمانی ہے یا یہ پتھر یاقوتی ہے یا یہ پتھر نیلم ہے یا زمرد ہے یا لعل ہے یا یہ کہربا ہے یا یہ عقیق ہے یا ضبع ہے وغیرہ۔ نفع ہونے یا نقصان سے بچنے کی نیت سے ان پتھروں کے ٹکڑوں میں تاثیر سمجھ کر اکثر مفتی، فقیر، مولوی، صوفی، مست ملنگ، پیر اور پیرزادے درویش سجادہ نشین وغیرہ وغیرہ کے ہاتھوں میں انگوٹھیوں میں یہ پتھر ہوتے ہیں اور بعض لوگ اپنی گردنوں میں یہ پتھر باندھے ہوتے ہیں۔

اب یہ کھلم کھلا شرک ہے۔

اب بتایئے! شرک کی زد سے کہاں کہاں اپنے آپ کو بچایئے گا مانا کہ

آپ نے مزارات پر جانے سے توبہ کرلی اور اختلاج قلب کی بیماری میں ہول دل کا پتھر اب استعمال نہیں کریں گے۔ یا پتھری کے مرض میں دہان فرنگ کی انگوٹھی اب نہیں پہنیں گے۔ لیکن امراض کے علاج میں دواؤں کے استعمال سے تو اپنے آپ کو نہیں بچا سکتے اور یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ دوائیں آپ یہی سمجھ کر استعمال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر نفع پہنچانے یا نقصان سے بچانے کی تاثیر رکھی ہے۔

لیکن مشکل یہ ہے کہ حقانی صاحب کے ارشاد کے مطابق جہاں آپ نے یہ سمجھ کر کوئی دوا استعمال کی اور آپ شرک میں گرفتار ہوئے۔ مرض کی تکلیف سے گلوخلاصی تو الگ رہی شرک کا ارتکاب کر کے اُلٹے آپ اپنے جہنم کا عذاب مول لے لیا۔ نہ یہاں کے رہے نہ وہاں کے۔

حقانی صاحب کی اس تحریر کے بموجب اب پکا مسلمان بننے کے لیے یہ بھی ضروری ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے نباتات، جمادات، پتھروں اور جڑی بوٹیوں میں مخلوق خدا کو نفع پہنچانے کی جو تاثیر رکھی ہے آپ عملاً اور اعتقاداً اس کا بھی انکار کریں۔

ہم گنہگاروں کی بات چھوڑ یئے کہ ہم تو ان کے نزدیک ویسے بھی مشرک لیکن جو حضرات کہ حقانی صاحب پر ایمان لا کر ایک نئے اسلام سے روشناس ہوئے ہیں۔ ان سے میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا وہ بھی اپنے آپ کو اس شرک سے محفوظ رکھ سکیں گے؟

(۱۰)

اپنی کتاب کے صفحہ ۲۱۹ پر تحریر فرماتے ہیں:
ہندوستان کے بعض مسلمان بھائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک

سُنتے ہیں تو اپنے دونوں ہاتھ کے انگوٹھے چوم کر اپنی آنکھوں پر لگاتے ہیں اور جو اس طرح نہ کرے اُسے مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔

اب بتایئے! اس صریح بہتان کا سوا اس کے اور کیا جواب ہو سکتا ہے کہ جھوٹے پر خدا کی لعنت! دلیل کے ساتھ اختلاف رائے کوئی بُری چیز نہیں ہے لیکن اتنا کھُلا ہوا افترا جس کا نہ کوئی سر ہے نہ پیر جھوٹ بولنے کا بالکل ایک نیا ریکارڈ ہے اور بلا شُبہ اس فن کے ایجاد کا سہرا حقانی صاحب کے سر ہے اور غالباً یہی وہ ان کا قابل توصیف ہُنر ہے جس نے اُنہیں اس گروہ کا مذہبی پیشوا بنا دیا ہے۔

بغیر کسی بنیاد کے جھگڑا لگانے کا یہ طریقہ اگر دنیا میں رائج کر دیا جائے تو دو آدمی بھی ایک ساتھ کبھی جمع نہ ہو سکیں۔ ظاہر ہے کہ جو لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھا نہیں چومتے جب اُنہیں بتایا جائے گا کہ چومنے والے انہیں مسلمان نہیں سمجھتے تو آپس میں منافرت کی جو دیوار کھڑی ہو گی اُسے کون توڑ سکے گا۔

یہ تو میں نہیں بتا سکتا کہ حقانی صاحب کی اس کتاب سے مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچا۔ لیکن یہ ضرور دیکھ رہا ہوں کہ اس کتاب نے مسلمانوں کے درمیان نفرت پھیلا کر دشمنانِ اسلام کا کلیجہ ٹھنڈا کیا ہے۔

اہل سنّت پر حقانی صاحب کا یہ انتہائی ناپاک افترا ہے کہ وہ انگوٹھا نہ چومنے والوں کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ اگر ایسا ہوتا تو حقانی صاحب نے خود ان کے متعلق لکھا ہے کہ وہ کبھی چومتے ہیں کبھی نہیں چومتے، اس سے ثابت ہوا کہ انگوٹھا چومنا وہ زیادہ سے زیادہ مستحب سمجھتے ہیں اور مستحب کا حال یہ ہے کہ کرے تو اچھا ہے نہ کرے تو کوئی الزام نہیں۔

لیکن اس کا علاج ہمارے پاس کیا ہے کہ کوئی مصنف کے بجائے مسخرہ بن جائے اور شریف لوگوں کی عزت سے کھیلنا اپنا شیوا بنالے۔ حقانی صاحب کے پروانوں کو اس تحریر سے اگر کوئی تکلیف پہنچے تو ہم پر غصہ اتارنے کے بجائے وہ حقانی صاحب کو مجبور کریں کہ مسلمانوں پر لگائے ہوئے الزامات وہ ثابت کریں یا واپس لیں۔

انبیائے کرام کی شان میں گستاخیاں

یہاں تک تو کتاب کے ان حصوں پر تبصرہ تھا جس میں حقانی صاحب نے ہندوستان کے اکثر مسلمانوں کو جاہل، بے دین اور مشرک بتایا ہے۔ اور جھوٹے بہتان لگا کر مسلم معاشرے میں ایک دوسرے کے خلاف منافرت پھیلانے کی نہایت مذموم خدمت انجام دی ہے۔ لیکن اب کلیجہ تھام کر شقاوتوں کی وہ داستان پڑھیے جسے پڑھ کر آپ کا دل لرز اٹھے گا۔ انبیائے کرام کی شان میں جس ملعون جسارت کے ساتھ انہوں نے گستاخی کی ہے۔ یہ انہی کا حصہ ہے۔ تحریر پڑھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کتاب لکھتے وقت قلم کی نوک پر شیطان بیٹھ گیا تھا اور اس وقت تک وہ نہیں اترا جب تک کہ اس نے انبیاء، اولیاء، شہداء اور عام مسلمانوں کی حرمتوں کا خون نہیں کرالیا۔

پہلی گستاخی

قرآن شریف کے دوسرے پارہ سورۂ بقر کے سترہویں رکوع کی اس آیت کا حقانی صاحب نے جو ترجمہ کیا ہے وہ ذیل میں پڑھیے:

كذالك جعلنكم امّةً وسطاً لتكونوا شهداء على النّاس

ویکون الرسول علیکم شہیداً ط

ہم نے اسی طرح تمہیں عادل (انصاف کرنے والی) اُمت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں۔ ص۲۰

اس کے بعد لکھتے ہیں:

سبحان اللہ! یہ شان ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی جو بھلائی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے روکنے والے ہیں۔ ان کی گواہی سے بعض نبیوں کا چھٹکارا ہوگا۔" ص۲۰

چھٹکارے کا سوال تو اُسی کے لیے پیدا ہوتا ہے جو پہلے ملزم کی حیثیت سے پکڑا جائے۔ لہذا ان کے کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ خدا کے یہاں ملزم کی حیثیت سے جب انبیاء پکڑے جائیں گے تو حضور کی اُمت کے لوگ اُنھیں چھٹکارا دلائیں گے۔ خدا کی پناہ!

اور ذرا ابلیسی نخوت ملاحظہ فرمایئے کہ اتنا کہہ کر وہ خاموش نہیں ہو گئے بلکہ انہوں نے ان لوگوں کی نشاندہی بھی فرمائی ہے جو قیامت کے دن انبیاء کو چھٹکارا دلائیں گے۔ ان کے الفاظ کے آئینہ میں آپ جھانک کر دیکھیں گے تو چھٹکارا دلانے والوں میں خود آنجناب اور ان کے ساتھیوں کی تصویر نظر آئے گی۔

ان لوگوں کی نشاندہی کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ خون برساتی ہوئی آنکھوں سے یہ عبارت پڑھیے:

لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ وہی لوگ ہوں گے جنہوں نے لوگوں کو برائی سے روک کر جہالت سے نکالا ہو اور نیکی و بھلائی کا حکم کر کے شریعت پر لا کھڑا کیا۔ ص۲۰

مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے "شریعت یا جہالت" نامی کتاب کے ذریعہ لوگوں کو جہالت سے نکالا اور شریعت پر لا کھڑا کیا وہی لوگ قیامت کے دن انبیاء کو چھٹکارا دلائیں گے۔

پھر یہ سوچ کر کہ اُمتِ محمدی میں تو اہل سنّت والجماعت کے لوگ بھی ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ اس عالی شان مرتبے کے وہ بھی دعویدار ہو جائیں۔ اس لیے اس کی بھی وضاحت کر دی جائے کہ اس منصب کے وہ حقدار نہیں ہیں تحریر فرماتے ہیں:

میرے عزیز! یہ ایک بہت کڑوی حقیقت ہے کہ آج اُمتِ محمدیہ کے اکثر لوگ طرح طرح کی برائیوں میں پھنس کر اس عالی شان مرتبے کو ٹھکرا رہے ہیں۔ عام جاہل لوگوں کی بات تو الگ رہی جو خاص خاص لوگ ہیں وہ بھی بدترین جہالت کے شکار ہیں۔ آپ کے سامنے ہے کہ جیب بھرو پیر اور ان کے مُرید کیسے کیسے کرتُوت پھیلا رہے ہیں۔ آپ آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ پیٹ بھرو مولوی اور ان کے مقتدیوں نے کیسے کیسے گورکھ دھندے چلا رکھے ہیں۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ گمراہ صوفیوں نے کیسا دین کے اندر طوفان بدتمیزی برپا کر رکھا ہے۔ جاہل فقیروں، کور باطن سجادہ نشینوں وام (پیسے) کے غلام مفتیوں نے کس کس طرح اپنی دکانیں سجا رکھی ہیں۔ کیا ایسے مفسد لوگ قیامت کے دن کھڑے ہو کر انبیاء علیہم السلام کا چھٹکارا کرائیں گے؟ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ (ص ۲۰۱)

جذبۂ ایمانی کے ساتھ یہ خط کشیدہ سطریں پھر پڑھیے۔ کتنی کاری ضرب ہے انبیاء کرام کی حرمتِ خداداد پر؟

حقانی صاحب کی یہ کتاب پڑھ کر آپ اچھی طرح باخبر ہو چکے ہوں گے کہ جیب بھرو پیر، پیٹ بھرو مولوی، گمراہ صوفی، جاہل فقیر، کور باطن سجادہ نشین اور دام کے غلام مفتی جیسے معزز القاب اُنہوں نے ہم اہلِ سنت کے لیے ایجاد کیے ہیں۔ پس خدا کا شکر ہے کہ انبیاء کرام کی بارگاہوں میں اس ملعون جسارت کی نسبت اُنہوں نے ہم اہلِ سنت کی طرف نہیں کی اور ہمیں یہ کہنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی کہ اے خدا ہم پناہ مانگتے ہیں تیرے قہر و غضب سے کہ تیرے انبیاء کی شان میں یہ گستاخانہ دعوے کر کے ہم اپنی آخرت برباد کریں۔

دوسری گستاخی

یہاں تو حقانی صاحب نے اُمتِ محمدی کے پردے میں اپنے لوگوں کو گواہ کی حیثیت سے پیش کر کے انبیاء کو چھٹکارا دلانے کا دعویٰ کیا ہے، لیکن اب دو قدم آگے بڑھ کر کہتے ہیں۔

میرے پیارے بھائیو! یہ مرتبہ اور عالی شان مقام ہے۔ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کا کہ انبیاء علیہم السلام کے درمیان یہ لوگ گواہ، منصف فیصل اور جج بن کر کھڑے ہوں گے۔ صفحہ ۲

خدا کی پناہ! وہاں تو اُمتِ محمدی کے لوگ صرف گواہ تھے اور یہاں جج اور منصف بن گئے۔ گواہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ کسی حاکم کے سامنے کسی کے موافق یا خلاف صرف اپنا بیان دینا ہے اور بس! لیکن جج اور منصف کا منصب گواہی دینا نہیں بلکہ ملزمین کا فیصلہ کرنا ہے۔ لہٰذا انبیاء کے درمیان اُمتِ محمدیہ کے لوگوں کا جج اور منصف بن کر کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ قیامت کے دن اور محشر کی کرسی پر بیٹھ کر انبیاء کا فیصلہ کریں گے۔ اور معاذ اللہ!

ملزم کی حیثیت سے انبیائے کرام ان کی عدالت میں پیش کیے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی

آپ جذبۂ انصاف کے ساتھ غور کریں گے تو آپ کو واضح طور پر محسوس ہو جائے گا کہ اس ایک جملے میں حقانی صاحب نے جہاں انبیاء کی حرمت کو مجروح کیا ہے۔ وہاں خدا کی عظمتِ شان پر بھی انہوں نے حملہ کیا ہے کیونکہ اتنی بات تو ایک معمولی پڑھا لکھا مسلمان بھی جانتا ہے کہ قیامت کے دن خدا کے سوا کوئی جج اور منصف نہیں ہوگا اور نہ فیصل بلکہ جج منصف اور فیصل کی شان صرف اسی کی ہوگی اور وہی سب کا فیصلہ کرے گا۔ لیکن حقانی صاحب کا دعویٰ ہے کہ اُمت محمدی کے لوگ بھی اس دن جج منصف اور فیصل کی حیثیت سے کھڑے ہوں گے۔ اور وہ بھی فیصلہ کریں گے۔

خدا کا منصب بندوں کے اندر تقسیم کر کے حقانی صاحب نے خدا کی جناب میں جو گستاخی کی ہے وہ اظہر من الشمس ہے اور انبیاء کی حرمت کو یوں گھائل کیا ہے کہ اُمت محمدی کے لوگوں کو جج اور منصف کی حیثیت سے انہوں نے انبیاء کے درمیان کھڑا کیا ہے جس کا کھلا ہوا مطلب ہے کہ انبیاء کا فیصلہ یہی لوگ کریں گے۔

حقانی صاحب نے قیامت کے دن کی جو تصویر یہاں پیش کی ہے ذرا آنکھ بند کر کے اس کا تصور کیجئے تو آپ کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔

ہائے رے غیرتِ ایمانی تو کہاں مر گئی! وہ انبیائے کرام جن کے قدموں کے غبار تک بڑے بڑے صحابہ اور اولیاء بھی نہیں پہنچ سکتے ان کے متعلق چودھویں صدی کے مسخروں کا دعویٰ ہے کہ وہ قیامت کے دن انہیں چھٹکارا

دلائیں گے اور اُن کی رہائی کا فیصلہ کریں گے ۔

معاذ اللہ! یہی ہے ابلیسی ذہن کا وہ ننگا مظاہرہ جس پر خدا کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔

آیتِ قرآنی کے ترجمے میں خیانت

حقانی صاحب نے قیامت کے دن جج اور منصف بننے کی ہوس میں قرآن کے آیت کے ترجمے میں جو تبدیلی کی ہے ذرا اس کی ایک جھلک دیکھ لیجئے تاکہ آپ کو ان کی علمی خیانت، مذہبی بددیانتی اور مجرمانہ ذہنیت کا اچھی طرح اندازہ لگ جائے۔

آیت زیر بحث یہ ہے۔

کذالک جعلنا کم امۃ وسطاً لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا ،

جس کا ترجمہ انہوں نے یہ کیا ہے :

ہم نے اسی طرح تمہیں عادل (انصاف کرنے والی) امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں۔

لیکن انہی کی جماعت کے مشہور عالم مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

"اور ہم نے تم کو ایسی جماعت بنا دیا ہے جو (ہر پہلو سے نہایت اعتدال پر ہے تاکہ تم (مخالف) کے مقابلے میں گواہ ہو اور تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گواہ ہوں"۔ ص ۲۳

قرآن مجید کے ایک اور مشہور مترجم مولانا فتح محمد جالندھری نے اس آیت

کا ترجمہ یہ کیا ہے ۔

اور اسی طرح ہم نے تم کو اُمت معتدل بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور پیغمبر (آخرالزماں) تم پر گواہ بنیں ۔ صد ۲۳

دیکھ رہے ہیں آپ ! لفظ " وسط " کا ترجمہ سب نے معتدل یا حالت اعتدال پر کیا ہے ۔ دیوبند کی مصباح اللغات کے صفحہ ۹۲۲ پر بھی " وسط " کا ترجمہ معتدل لکھا ہے ۔ لیکن حقانی صاحب نے اس کا ترجمہ من مانی " عادل " کیا ہے اور اس میں بھی خیانت یہ کی ہے کہ بریکٹ کے اندر " انصاف کرنے والی " کے الفاظ اپنی طرف سے بڑھا دیئے ہیں ۔ جب کہ یہاں عادل کا مفہوم انصاف کرنے والا یا کرنے والی بھی غلط ہے ۔ کیونکہ عادل بنا ہے عدالت سے اور اس کے لغوی معنی ہیں گواہی کے قابل ہونا (دیکھیے مصباح اللغات صد ۵۱۴)

اب آپ یہ جاننا چاہیں گے کہ ترجمے میں یہ تبدیلیاں اُنھوں نے کیوں کی ہیں تو میں یہ عرض کروں گا کہ صرف اس لیے تاکہ کھینچ تان کر کسی طرح منصف کے معنی پیدا ہو سکے اور لوگوں کو یہ کہہ کر گمراہ کیا جائے کہ دیکھئے قرآن نے خود اُمت محمدی کو منصف کہا ہے ۔ لہٰذا ہم اگر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ہم لوگ انبیاء کرام کے درمیان منصف اور جج بن کر کھڑے ہوں گے تو کیا غلط دعویٰ ہے ۔

خدا کی پناہ ! دجل و فریب کی ایمان سوز شقاوتوں سے ۔

آیت قرآنی کے ترجمے میں ایک جگہ اور خیانت

ترجمۂ قرآن کے سلسلہ میں حقانی صاحب کی خیانتوں کا سلسلہ چل پڑا ہے تو ایک اور جگہ اُن کی خیانت ملاحظہ فرمایئے ۔ آیت یہ ہے ۔ قل

یعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ط

اس کا ترجمہ دیوبندی جماعت کے مشہور عالم مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے یہ کیا ہے:

آپ کہہ دیجیئے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے (کفر و شرک کر کے) اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں تم خدا کی رحمت سے نا اُمید مت ہو۔ (ص ۴۶۵)

لیکن حقانی صاحب نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے:

میری جانب سے کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم و زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے نا اُمید مت ہو جاؤ (ص ۱۱۴)

فرق ملاحظہ فرمایا آپ نے! حقانی صاحب نے اپنے ترجمے میں "میری جانب سے" بڑھا دیا۔ جس کے لیے قرآن میں کوئی لفظ نہیں ہے اور غضب یہ ہے کہ اپنی طرف سے جو حصّہ اُنھوں نے بڑھایا ہے اسے بغیر بریکٹ کے لکھا ہے تا کہ پڑھنے والا اس گمراہی میں مبتلا ہو جائے کہ یہ بھی قرآن کی آیت ہی کا ترجمہ ہے اور یہ خیانت اُنہوں نے صرف اس لیے کی ہے کہ قرآن کو وہ اپنی رسول دشمنی کا ہمنوا بنا سکیں۔

اور اس سازش کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ آپ جن کی طرف بھیجے گئے ہیں اُنہیں میرے بندو! کہہ کر پکاریے یہاں عباد (بندوں) سے مراد غلام ہے اور غلام کے معنی ہیں کا لفظ قرآن کے اندر اور جگہ بھی استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ سورۂ نور میں ہے:

وانکحوا الایامیٰ منکم والصّٰلحین من عبادکم و امائکم۔

اس آیت کا ترجمہ مولانا تھانوی نے یوں کیا ہے:

اور تم میں جو بے نکاح ہوں تم ان کا نکاح کر دیا کرو اور (اسی طرح) تمہارے غلام اور لونڈیوں میں سے جو نکاح کے لائق ہو اس کا بھی۔

(ص ۳۵۵۔ ترجمہ تھانوی)

لیکن حقانی صاحب کو رسول کا غلام بننا گوارہ نہیں ہے۔ کیونکہ وہ انبیاء کے درمیان جج بننے کے دعویدار ہیں۔ بھلا وہ غلام کیونکر بنیں گے۔

قرآن کے ترجمے میں ایک اور جگہ خیانت

سورۂ الم نشرح کی آیتِ کریمہ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا ترجمہ حقانی صاحب نے یہ کیا ہے:

"ہم نے تیرا ذکر بلند کیا۔ (ص ۲۱۰)

اس میں حقانی صاحب نے لَكَ کا ترجمہ چھوڑ دیا ہے۔ جس کے معنی ہیں "آپ کی خاطر یا آپ کے لیے۔"

یہاں بھی آپ یہ معلوم کرنا چاہیں گے کہ انھوں نے یہ حرکت کیوں کی ہے تو اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ اتنی بات تو آپ بھی جانتے ہیں کہ قرآن کے اندر ایک لفظ بھی بے کار نہیں ہے۔ اس لیے لَكَ کے لفظ سے قرآن کا مدعا یہ ہے کہ آپ کا ذکر جو بلند کیا گیا ہے تو یہ اعزاز صرف آپ کے لیے ہے آپ کی دل جوئی کے لیے ہے اور آپ کی خاطر ہے۔ اس مفہوم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ محبوبیت نمایاں ہوتی ہے لیکن چونکہ حقانی صاحب کو حضور کی عظمت شان کے اظہار سے نفرت و دشمنی ہے۔ اس لیے انھوں نے اس لفظ کا ترجمہ چھوڑ دیا ہے۔

بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہی سے انہیں ایک طرح کی جلن ہے۔ جس کا ثبوت آنے والے صفحات میں آپ کو مل جائے گا۔

محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی

حقانی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۷۰ پر عہدِ رسالت کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک دن حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کفارِ قریش حاضر ہوئے اور حضور سے تین سوالات دریافت کیے۔ حضور نے نزول وحی کی امید پر ان سے فرمایا کہ کل آنا، کل جواب دیں گے۔ حضور اس موقع پر انشاء اللہ کہنا بھول گئے اس پر پندرہ دن وحی نہیں آئی۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:

پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام سورۂ کہف لے کر نازل ہوئے۔ اس میں انشاء اللہ نہ کہنے پر آپ کو ڈانٹا گیا۔ (ص ۷۱)

خدا کی پناہ! کلیجہ کانپ گیا اس جملے پر۔ حقانی صاحب نے "ڈانٹا گیا" کا لفظ اپنی طرف سے صرف اس لیے بڑھایا ہے تاکہ رسول کی تحقیر ہو اور پڑھنے والے یہ تاثر لے کر اٹھیں کہ خدا کے یہاں رسول کی کوئی عزت نہیں ہے۔ ورنہ واقعہ صرف اتنا ہے کہ جبرئیل امین جو اس آیت کو لے کر اترے اس میں رسول کو تعلیم دی گئی کہ آئندہ جب بھی کل کے بارے میں کسی کام کے کرنے کا وعدہ فرمائیں تو انشاء اللہ ضرور کہہ لیا کریں۔ خدا اپنے رسول کا معلم ہے۔ اس نے اس آیت کے ذریعے اپنے رسول کو جو تعلیم دی ہے اسے ڈانٹنے سے تعبیر کرنا جہاں رسول کی تنقیص کرنا ہے وہاں خدا کے اوپر بھی افترا ہے کہ اس نے اپنے محبوب کو ڈانٹا۔ اور حقانی صاحب بہتان باندھ رہے ہیں کہ اس نے ڈانٹا۔ اور مان لیا تھوڑی دیر کے لیے کہ خالق و

مالک ہونے کی حیثیت سے اس نے ڈانٹا بھی تو کیا ایک وفادار اُمتی کا یہی شیوہ ہونا چاہیئے کہ تشہیر کرتا پھرے کہ ہمارے رسول کو جبرئیل امین کے ذریعہ ڈانٹا گیا۔ خدا کی لعنت ہو ایسی جسارت پر۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک اور گستاخی

کسی بھی بدخو کینہ پرور اور جھگڑالو عورت کے بارے میں آپ نے سنا ہوگا کہ جب وہ کسی سے جھگڑا کرتی ہے تو ہوا سے لڑتی ہے۔ بالکل اسی طرح حقانی صاحب نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبرانہ عظمتوں کو مجروح کرنے کے لیے بلاوجہ کی ایک چھیڑ نکالی ہے۔ لکھتے ہیں :

ہندوستان کے اکثر مسلمانوں کی جہالت تو دیکھیے! اگر کوئی کہہ دے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انسان تھے تو اس کو وہابی اور اسلام سے خارج سمجھتے ہیں اور بولنا چالنا اور سلام و کلام بھی اس سے حرام سمجھتے ہیں۔

(ص ۱۸۶)

کہیئے! بالکل ہوا سے لڑنے والی بات ہوئی یا نہیں؟ حضور کو اگر ہم انسان نہیں سمجھتے تو ہر روز ذکر ولادت کی یہ محفل کیوں منعقد کرتے ہیں۔ ماں باپ کے ذریعہ پیدا ہونا، دودھ پینا، پرورش پانا، یہ ساری باتیں انسان کی نہیں ہیں تو کس کی ہیں گی کیا فرشتے بھی ماں باپ کے ذریعہ پیدا ہوتے ہیں۔ کیا معاذ اللہ خدا کے بارے میں بھی ایسا تصور کیا جا سکتا ہے۔ مگر بات وہی ہوئی کہ جب لڑنا ہی ٹھہرا تو کوئی بات ہو یا نہ ہو ہم چھیڑ ضرور کریں گے۔

آپ کہیں گے کہ پھر حقانی صاحب کا اس چھیڑ سے مقصد کیا ہے تو اس کے لیے ہمیں کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں ہے خود انہوں نے ہی اپنا مقصد بیان

کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں :

ہمارا مقصد صرف اتنا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انسان تھے یا نہیں ؟ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم انسان نہیں تھے تو پھر جوتا سی لینا اور بکری کا دودھ دوہ لینا یہ سب کام انسان کے ہیں یا اور کسی کے ؟

(صـ ۱۹۲)

بس اتنا ہی کہنے کے لیے انہوں نے شروع میں ہمارے خلاف یہ جھوٹا الزام تراشا تھا کہ ہم حضور کو انسان نہیں سمجھتے تاکہ اپنے دل کا غبار نکالنے کے لیے ایک بنیاد مل جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جوتا سینے والا، کپڑا بننے والا اور وہ دودھ دوہنے والا ثابت کر کے حقانی صاحب کا کلیجہ ٹھنڈا ہو گیا۔ اب اس کے علاوہ بھی حضور کچھ تھے یا نہیں ؟ تو اسے آپ سمجھیئے۔ ان کا مقصد تو اتنا ہی تھا کہ انسانی لوازمات کے پردے میں حضور کی پیغمبرانہ عظمتوں کو چھپا دیا جائے اور وہ پورا ہو گیا۔

کہیئے ! کیا اب بھی اس بحث کی گنجائش ہے کہ حقانی صاحب کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں اور کس کا حقِ نمک ادا کر رہے ہیں۔

الزام الٹ گیا

حقانی صاحب نے ہم اہل سنّت پر جو یہ بہتان تراشا ہے کہ ہم حضور کو انسان نہیں سمجھتے تو اس سے ان کا مدعا یہ ہے کہ ہم حضور کو ان کے درجے سے زیادہ بڑھا دیتے ہیں۔ لیکن یہ معلوم کر کے آپ سر پیٹ لیجئے گا کہ ایک طرف تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انسان ثابت کرنے کے لیے یہ لوگ قرآن کی آیتیں پڑھتے ہیں حدیثوں سے دلیل پکڑتے ہیں اور آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں کہ حضور کو انسان

نہیں سمجھا گیا تو قرآن وحدیث کا انکار لازم آئے گا۔

لیکن اپنی جماعت کے بزرگوں کے بارے میں ان حضرات کا کیا عقیدہ ہے اگر آپ اُسے پڑھ لیں تو آنکھوں میں خون اُتر آئے گا۔ ملاحظہ فرمایئے! دیوبندی جماعت کے مشہور مصنف مولانا مناظر احسن گیلانی بانی دیوبند مولانا قاسم نانوتوی کے متعلق اپنی جماعت کے بزرگوں کا یہ عقیدہ تحریر فرمایا ہے۔

میں نے انسانیت سے بالا درجہ ان کا (مولانا نانوتوی) دیکھا۔ وہ ایک فرشتہ مُقرب تھا جو انسانوں میں ظاہر کیا گیا۔

(سوانح قاسمی ج۔ ا ص ۱۳۰ شائع کردہ دار العلوم دیوبند)

جذبۂ عقیدت کی نَیرنگ اسے کہتے ہیں۔ اب یہاں کوئی نہیں کہتا کہ جب وہ کھاتے پیتے تھے سوتے جاگتے تھے اور بول و براز کرتے تھے تو فرشتۂ مُقرب کیونکر ہو سکتے ہیں اور انسانیت سے بالا تر درجہ جب رسول کا نہیں ہو سکتا تو ایک ادنیٰ اُمتی کا کیونکر ہو جائے گا۔

یہیں سے سارا فرق واضح ہو جاتا ہے کہ کسے یہ لوگ اپنا سمجھتے ہیں اور کسے بیگانہ اور جسے اپنا سمجھتے ہیں اس کی عظمتوں کے اظہار کے لیے کتنا کھُلا دل رکھتے ہیں اور جسے بیگانہ سمجھتے ہیں اُس کی طرف سے دل کی تنگیوں کا کیا عالم ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر

مولانا حسین احمد صاحب جو دیوبندی جماعت کے ایک مشہور پیشوا ہیں اُن کے متعلق ان کے چاہنے والوں کا عقیدہ پڑھیے جو الجمعیۃ دہلی کے شیخ الاسلام نمبر میں چھاپ دیا گیا۔ لکھتے ہیں:

تم نے کبھی خدا کو بھی اپنی گلی کوچوں میں چلتے پھرتے دیکھا ہے۔ کبھی خدا کو

بھی اس کے عرش عظمت وجلال کے نیچے فانی انسانوں سے فروتنی کرتے دیکھا ہے؟ کبھی تصور بھی کر سکے کہ رب العالمین اپنی کبریائیوں پر پردہ ڈال کر تمہارے گھروں میں آکر رہے گا، تم سے ہم کلام ہوگا، تمہاری خدمتیں کرے گا۔

نہیں! ہرگز نہیں!! ایسا نہ کبھی ہوا ہے نہ کبھی ہوگا! تو پھر میں دیوانہ ہوں، مجذوب ہوں کہ بڑ ہانک رہا ہوں۔ نہیں بھائیو یہ بات نہیں ہے سڑی ہوں نہ سودائی، جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ ہے حق ہے مگر سمجھ کا ذرا سا پھیر ہے۔ حقیقت ومجاز کا فرق ہے۔ محبت کا معاملہ ہے۔

(الشیخ الاسلام نمبر ص۵۹)

اس کے بعد ٹیپ کا بند ملاحظہ فرمایئے۔ لکھتے ہیں:

تو پھر خدارا بتاؤ، جن آنکھوں نے گزی گاڑھے میں ملفوف (یعنی ملبوس) اس بندے کی دیکھا ہے وہ کیوں نہ کہیں کہ ہم نے خود اللہ بزرگ و برتر کا جلوہ اپنی اسی سرزمین پر دیکھا ہے — حسین احمد! اور تم کیا جانو حسین احمد کو!

(ص۵۹)

کہیئے! اب تو سمجھ میں آگیا ہوگا کہ عقیدت و محبت کی لگن کیا چیز ہوتی ہے۔ ہم نبی اور ولی کے بارے میں ایسی بات منہ سے نکال دیں تو ہماری گردن ناپ دی جائے اور وہ اپنے "مولانا" کے بارے میں لکھ کر چھاپ رہے ہیں تو انہیں سات خون معاف ہیں۔

مسلمانوں کی غیرتِ ایمانی کو آواز

حقانی صاحب کی کتاب سے شانِ خداوندی میں گستاخی، انبیائے کرام کی

اہانت رسول عربی کی تنقیص اور قرآن مجید کے ترجموں میں خیانت کے جو الزامات پچھلے اوراق میں ثابت کیے گئے ہیں ایک بار پھر اُنہیں پڑھیے اور جذبۂ انصاف کے ساتھ فیصلہ دیجئے کہ ان مضامین سے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس لگتی ہے یا نہیں ؟

غیروں کے ستم کا گلہ کرنے والو
ذرا گھر کے قاتلوں کا بھی چہرہ دیکھو

دلائل و مسائل

یہاں تک تو حقانی صاحب کی کتاب کے ان حصوں پر بحث تھی جن میں اُنہوں نے اللہ و رسول کی شان میں بے ادبی کی ہے اور عام مسلمانوں کو گالی دے کر اور انہیں مشرک و بے دین بنا کر ان کا دل دکھایا ہے۔

لیکن اب اُنہوں نے اپنی کتاب میں جو مسائل بیان کیے ہیں اور اپنے مدعا کے ثبوت میں جو دلیلیں پیش کی ہیں ان پر بحث شروع کرتا ہوں تاکہ آپ ان کی بددیانتی ان کی علمی لیاقت اور ان کی نیک طبیعت سے اچھی طرح واقف ہو جائیں۔

وہابی کہنے کی بحث

حقانی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۸۰ پر "وہابی" کے لفظ کو گالی سے تعبیر کیا ہے اور نہایت دل آزار لفظوں میں ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو کسی کو وہابی کہتے ہیں حقانی صاحب عام مسلمانوں کو فریب دینے کے لیے اسٹیج پر اپنی بابت یہ اعلان کرتے ہیں کہ وہ نہ دیو بندی ہیں نہ بریلوی۔ لیکن ان کی کتاب "شریعت یا جہالت" کے ابتدائی صفحات میں ان کا جو تعارف کرایا گیا ہے۔ اس نے ان کے فریب کا پردہ چاک کر دیا

ہے۔ تعارف کرانے والے نے ان کی بابت لکھا ہے کہ مولانا حقانی خالص حنفی عالم ہیں جن کا تعلق تبلیغی جماعت سے ہے۔ (ص ۲۲) اور تبلیغی جماعت کے متعلق یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ وہ دیوبندی جماعت کا دوسرا نام ہے۔

اتنا ذہن نشین ہو جانے کے بعد اب میں اس امر پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں کہ "وہابی" کا لفظ واقعتہً گالی ہے یا تبلیغی جماعت کے بزرگوں کا پسندیدہ لقب ہے اگر تبلیغی جماعت کے بزرگوں نے اس لفظ کو خود اپنے لیے پسند فرمایا ہے اور خود اپنے آپ کو اس لفظ سے موسوم کیا ہے تو بلاشبہ وہابی کا لفظ گالی نہیں ہے بلکہ ایک پسندیدہ لقب ہے۔

اب ملاحظہ فرمایئے تبلیغی جماعت کے مرکز ہدایت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے ایک موقعہ پر سنی مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے اپنے لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:۔

بھائی یہاں وہابی رہتے ہیں یہاں فاتحہ درود کے لیے کچھ مت لایا کرو۔
(اشرف السوانح ج ۱ ص ۴۵)

تبلیغی جماعت کے دوسرے سربراہ مولوی منظور نعمانی اپنے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

اور خود ہم اپنے بارے میں بھی صفائی عرض کرتے ہیں کہ ہم بڑے سخت وہابی ہیں۔ (سوانح مولانا محمد یوسف ص ۱۹۰)

تبلیغی جماعت کے موجودہ امام مولانا محمد زکریا صاحب، مولانا نعمانی کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

"مولوی صاحب! میں خود تم سے بڑا "وہابی" ہوں"۔ (سوانح مولانا یوسف ص ۱۹۲)

اب آپ ہی انصاف کیجئے! مولانا اشرف علی تھانوی سے لے کر مولانا زکریا

تک سب نے نہایت فراخدلی کے ساتھ اپنے بارے میں یہ اقرار کیا ہے کہ وہ "وہابی" ہیں۔ "سب سے بڑے وہابی ہیں" اگر وہ اسے گالی سمجھتے تو اپنے منہ سے وہ اپنے آپ کو گالی نہیں دیتے۔ اس لیے ماننا پڑے گا کہ یہ تبلیغی جماعت کے بزرگوں کا پسندیدہ لقب ہے۔ اس لقب سے اگر تبلیغی جماعت کے لوگوں کو کوئی یاد کرتا ہے تو برا ماننے کے بجائے انہیں اس کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ وہ بغیر کسی طلب کے ان کے بزرگوں کا پسندیدہ لقب لوگوں میں رائج کر رہا ہے۔

لہٰذا حقانی صاحب اگر نقالی تبلیغی نہیں ہیں بلکہ سچے تبلیغی ہیں تو انہیں چاہیئے کہ وہ ان مسلمانوں سے معافی مانگیں جن کی انہوں نے وہابی کہنے پر اپنی کتاب میں مذمت کی ہے اور مومن کا دل دکھا کر خدا کا عذاب مول لیا ہے۔

کافر کو کافر کہنے کی بحث

حقانی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۰۵ پر لکھا ہے کہ کسی کافر کو بھی کافر کہنا مکروہ ہے۔ یعنی مکروہ تحریمی ہے۔ حرام کے قریب ہے۔ یہ تو رہا چھوٹے میاں کا بیان، اب ان کے بڑے میاں کا بیان سنیئے۔ دیوبندی جماعت کے مشہور مناظر مولانا مرتضےٰ حسن چاندپوری اپنی کتاب "اشد العذاب" شائع شدہ دارالعلوم دیوبند کے صفحہ ۱۴ پر تحریر فرماتے ہیں:

"جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔"

مسئلے کی بحث تو الگ رہی اب یہاں سب سے مشکل سوال یہ پیدا ہو گیا کہ کافر کو کافر کہنے سے اگر حقانی صاحب کو انکار ہے تو دیوبند کے اس فتوے کی رو سے وہ کیا ہوئے اسے وہ خود سمجھیں۔

اب رہ گئی یہ بحث کہ حقانی صاحب کی بات کہاں تک درست ہے؟

تو اس کا فیصلہ خود قرآن میں موجود ہے۔ اس کی طرف رجوع کیجئے۔ حقیقت بالکل واضح ہو جائے گی۔ سورۂ کافرون میں اللہ تعالیٰ اپنے رسولِ پاک کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اس آیت کا ترجمہ دیوبندی مذہب کے پیشوا مولانا تھانوی نے یوں کیا ہے۔

"آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اے کافرو!"

ایک طرف حقانی صاحب لکھتے ہیں کہ کافر کو اے کافر کہنا مکروہ تحریمی ہے ص۱۰۱ اور دوسری طرف خدا اپنے رسول کو حکم دیتا ہے کہ آپ کافر کو اے کافر کہہ کر خطاب کیجئے اب اس سوال کا جواب حقانی صاحب ہی کے ذمہ ہے کہ کیا خدا نے اپنے رسول کو ایک ایسے کام کا حکم دیا ہے جو مکروہ تحریمی ہے۔ یعنی حرام کے قریب ہے اور سب سے دلچسپ سوال تو یہ ہے کہ —— اسی بحث میں حقانی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۹۵ پر بخاری شریف کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی شخص نے اپنے مسلمان بھائی سے کہا کہ اے کافر تو ان دونوں میں سے ایک ایسا ہی ہو گا۔

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے۔

"یعنی جس مسلمان کو کافر کہا گیا ہے وہ یقیناً کافر ہے تو کچھ حرج نہیں (ص۹۵)

اپنے آپ کو جھٹلانے کی اس سے زیادہ واضح مثال شاید آپ کو کہیں نہ مل سکے گی۔ ایک ہی بات صفحہ نمبر ۱۰۱ پر مکروہ تحریمی ہے اور یہاں فرماتے ہیں" کچھ حرج نہیں۔ میں کہتا ہوں جب وہ مکروہ تحریمی ہے تو حرج کیوں نہیں؟ اور جب کچھ حرج نہیں تو وہ مکروہ تحریمی کیوں ہے؟

دیکھ لیا آپ نے ایک ہی رات میں مولانا بن جانے کا یہی انجام ہوتا ہے۔

میلاد کی بحث

میلاد کے خلاف حقانی صاحب نے اپنی کتاب میں تین دلیلیں پیش کی ہیں اور تینوں دلیلیں ایسی معرکۃ الارا ہیں کہ آپ پڑھ کر عش عش کر اٹھیں گے۔ پہلی دلیل ملاحظہ فرمایئے:

میلاد میں قریب قریب سب ہی لوگ جاہل ہوتے ہیں۔ شریعت کا پابند شاید ہی اس میں سے کوئی ملے۔ نہ تو میلاد پڑھنے والوں میں شریعت کی پابندی ہوتی ہے اور نہ ہی سننے والوں میں۔ کیونکہ میلاد پڑھتے ہیں اور پڑھوانے والے بھی جہالت کی وجہ سے پڑھواتے ہیں۔ (صفحہ ۸۴)

شاباش! یہ ہے میلاد کے حرام ہونے کی دلیل! اب آپ ہی بتایئے کہ اسے دلیل کہیں کہ دلال! شریعت کا یہ عجیب نکتہ امام اعظم ابوحنیفہ کو بھی نہیں سوجھا تھا کہ مسجدوں میں جاہل اور بے شرع لوگوں کا داخلہ بند کرادیں اور عرفات کے میدان سے ایسے تمام لوگوں کو چن چن کر نکلوا دیا جائے جو لوگ شریعت کے پابند نہیں ہیں تاکہ لوگوں کا حج خراب نہ ہو۔

معاذ اللہ! اس فہم و لیاقت پر حقانی صاحب کے پروانے اپنا سر دھنتے ہیں اور انہیں زمین و آسمان کا سب سے بڑا مولانا سمجھتے ہیں۔

اس تحریر میں ذہن و فکر کے افلاس کا ماتم اپنی جگہ پر ہے لیکن یہ ابلیسی نخوت کس درجہ اذیت ناک ہے کہ ہماری محفل میلاد میں سبھی جاہل و خطاکار اور آپ کی محفل وعظ میں سبھی فرشتے اور بے گناہ!

اور یہ سوال بھی اپنی جگہ پر ہے کہ جاہل اور بے شرع لوگوں کے بیٹھنے سے اگر کوئی محفل حرام ہو جاتی ہے تو بتایا جائے کہ ان کی اصلاح کا ذریعہ کیا ہے۔

کہاں انہیں بٹھایا جائے کہ محفل بھی حرام نہ ہو اور خدا و رسول کی بات بھی ان تک پہنچ جائے۔

یہاں تک تو میلاد میں شریک ہونے والوں کا حال بیان ہوا۔ اب میلاد پڑھنے والوں کا حال سنیئے۔ لکھتے ہیں۔

ان کا حال یہ ہے کہ وہ نماز تک نہیں پڑھتے اور اگر نماز پڑھتے ہیں تو روزے نہیں رکھتے اور اگر نماز روزہ کرتے ہوں گے تو شریعت کے مطابق شکل یا لباس نہیں ہوگا اور اگر یہ بات ہوگی تو اخلاق شاید ہی کسی کے ٹھیک ہوں۔ (ص ۴۶۵)

داد دیجئے عیب تلاش کرنے والی اس نگاہ کو جس نے زندگی کا کوئی گوشہ نہیں چھوڑا ہے۔ دونوں عبارتوں کو اگر جوڑ دیا جائے تو ان کے کہنے کا مدعا یہ ہے کہ اس دھرتی پر سر سے پاؤں تک عیب کا مجموعہ، بے نمازی، جاہل، بے دین، بے عمل اور بدشکل اگر کوئی ہے تو وہ صرف سنی مسلمان ہیں اور بے عیب ذات صرف آپ کی ہے اور آپ کے فرشتہ خصلت ہمنواؤں کی!

اب دوسری دلیل ملاحظہ فرمایئے تحریر فرماتے ہیں:

آپ نے دیکھا ہوگا کہ گھر کے اندر میلاد پڑھی جاتی ہے تو باہر بیٹھنے والے مزے سے باتیں کرتے رہتے ہیں۔ (ص ۴۸۱)

اللہ اکبر! میلاد کے حرام ہونے کی یہ دوسری دلیل بھی کسی کولڈ اسٹور میں رکھنے کے قابل ہے تاکہ سڑنے گلنے سے محفوظ رہے۔ ان کے کہنے کا مدعا یہ ہے کہ میلاد کی محفل کہیں ہو تو سارے محلے میں کرفیو نافذ کر دیا جائے کہ کوئی بات نہ کرے۔ ورنہ چوپٹ راجہ میلاد ہی کو ممنوع قرار دے دیں گے اور نمازیوں کو بھی آج سے باخبر کر دیا جائے کہ اپنی نماز کی خیر چاہتے ہو تو جو لوگ نماز نہیں پڑھ رہے ہیں ان کے منہ میں کپڑا

ٹھونس دو کیونکہ انہوں نے ذرا سی بھی آپس میں کانا پھوسی کی ان کا تو کچھ نہیں بگڑے گا۔ البتہ تمہاری نماز حرام ہو جائے گی۔

میں نہیں سمجھتا کہ حقانی صاحب نے ہوش و حواس کی حالت میں یہ کتاب لکھی ہے یا اُس وقت وہ کسی غفلت میں تھے۔ اُنہوں نے اس کا بھی خیال نہیں کیا کہ ان کی یہ تحریر اہلِ علم بھی پڑھیں گے۔ آخر وہ کیا سوچیں گے اور نہ اُنہیں یہ یاد رہا کہ میلاد کی حرمت پر وہ جو دلیلیں پیش کر رہے ہیں ان ہی دلیلوں سے ان کی محفلِ وعظ بھی تو حرام ہو سکتی ہے۔

اب تیسری دلیل ملاحظہ فرمایئے۔ "عین الھدایہ" نام کی کسی اُردو کتاب سے میلاد کے خلاف ایک فتویٰ نقل کرتے ہیں:

جو لوگ مجلسِ میلاد میں راگ کے اشعار پڑھتے ہیں تو پڑھنا اور سننا دونوں حرام ہے اور پڑھنے والوں پر خوف شدید ہے (کفر ہے) (ص۷۵)

میلاد پڑھنے والوں کو کافر بنانے کے شوق میں حقانی صاحب نے اپنی طرف سے بریکٹ کے اندر "کفر کا" لفظ بڑھا دیا۔ ٹھیک ہی کہا ہے بزرگوں نے کہ خدا جب دین لیتا ہے تو عقلیں چھین لیتا ہے۔ یہ فتویٰ نقل کرتے وقت حقانی صاحب نے اتنا نہیں سوچا کہ میں بھی تو آخر محفلِ وعظ میں راگ کے ساتھ قوالی گاتا ہوں۔ اگر راگ کے ساتھ اشعار پڑھنا اور سننا میلاد میں حرام ہے تو وعظ میں کیسے جائز ہو جائے گا راگ کے ساتھ اشعار پڑھنے والوں پر جب کفر کا خوف ہے تو لَے اور سُر کے ساتھ گانے والے کیونکر کفر سے محفوظ رہ سکیں گے۔

میلاد کے خلاف حقانی صاحب کی پیش کردہ تینوں دلیلوں کا حشر آپ نے دیکھ لیا۔ بتایئے! ان میں سے کوئی دلیل بھی اس قابل ہے کہ اہلِ علم اس کی طرف توجہ کریں۔ جواب دینے کی بات تو الگ رہی میں تو خیال کرتا ہوں کہ ان خرافات کو پڑھنا بھی

اہلِ علم اپنی توہین سمجھیں گے۔

قیام کی بحث

قیام کے خلاف حقانی صاحب نے جس دلیل کو بار بار دہرایا ہے وہ یہ ہے۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حیات طیبہ میں قیام کو پسند نہیں فرمایا تو بعد وفات کیسے پسندیدہ ہو گیا۔ (ص ۴۵۳)

۲۔ آپ صاحبان نے پڑھ لیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو قیام سے منع فرمایا۔ (ص ۴۵۹)

۳۔ مذہب تو اس کو کہتے ہیں جو قرآن اور حدیث سے ثابت ہو، جب حدیثوں سے قیام کرنا منع ثابت ہے تو پھر تاویلیں کرنا بے کار ہے۔ فوراً مان لینا چاہیے۔ اسی کا نام ایمان ہے۔ (ص ۴۵۰)

لیکن منع والی حدیث کے ساتھ ساتھ حقانی صاحب نے ایک حدیث اور نقل کی ہے جو عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتی تھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے اُٹھتے اور ان کی پیشانی کا بوسہ لیتے اور اپنے پاس بٹھاتے اور جب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس جاتے تو وہ اپنی جگہ سے اُٹھ جاتی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بوسہ لیتیں اور اپنی جگہ بٹھاتیں۔ (ص ۴۵۴)

اب سوال یہ ہے کہ قیام اگر حضور کو ناپسند تھا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور کے لیے کیوں قیام کرتی تھیں۔ کیا انہیں حضور کی ناپسندیدگی کا علم نہیں تھا یا معاذ اللہ! جان بوجھ کر وہ حضور کے حکم کی نافرمانی کرتی تھیں اور دوسرا سوال یہ ہے

کہ حضور نے جس طرح صحابہ کرام کو قیام کرنے سے منع فرمادیا تھا۔ سیدہ فاطمہ کو نہیں منع کیا۔ تیسرا سوال یہ ہے کہ جب حضور کو اپنے لیے قیام پسند نہیں تھا تو خود سیدہ فاطمہ کے لیے کیوں قیام فرماتے تھے۔ ان تمام باتوں سے ثابت ہے کہ اپنے لیے قیام کرانا اور دوسروں کے لیے قیام کرنا دونوں حضور کے نزدیک جائز تھے۔

اس کا جواب حقانی صاحب نے یہ دیا ہے:

یہاں پر جو بات چل رہی ہے وہ ساری جماعت کی ہے۔ یعنی مجلس میلاد میں ساری جماعت کا اُٹھنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ کیوں کہ ساری جماعت کے اُٹھنے کا ثبوت آپ کو کہیں سے بھی نہیں ملے گا۔ (ص۵۵)

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ والی حدیث سے صرف فرداً فرداً قیام کا ثبوت ملتا ہے۔ پوری جماعت کے قیام کا ثبوت نہیں ملتا۔ جب کہ میلاد میں پوری جماعت قیام کرتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ پوری جماعت کے قیام کا ثبوت تو خود ان ہی کی کتاب میں موجود ہے جب وہ خود اپنی لکھی ہوئی کتاب نہیں سمجھ سکتے تو دوسروں کی کتاب کیا سمجھیں گے۔ اسی سے یہ اندازہ لگا لیجیے اُن کے علم وفہم کا۔ موصوف نے فتاویٰ قاضی خان کے حوالہ سے قیام ہی کی بحث میں تحریر فرمایا ہے۔

چند لوگ قرآن پڑھتے ہوں یا ایک شخص قرآن پڑھتا ہے پھر اس کے پاس کوئی خاص میں سے آیا تو فقہاء نے کہا ہے کہ آنے والا مرد عالم ہو یا قاری کا باپ یا اُستاد تو اس کے واسطے سے اُٹھنا جائز ہے (ص۵۴)

اس عبارت سے واضح طور پر یہ بات ثابت ہوگئی کہ چند لوگ قرآن پڑھتے ہوں تو عالم، اُستاد یا باپ کے لیے سب کا قیام کرنا جائز ہے۔ کیوں کہ یہ عین ممکن ہے کہ آنے والا سب کا اُستاد ہو یا سب کا باپ ہو یا سب کے لیے قابلِ احترام عالم ہو تو ایسی صورت میں جب سب کے سب ایک ساتھ اُٹھیں گے تو

ساری جماعت کا قیام تو خود ہی ثابت ہو گا۔ اب اس کا جواز ثابت کرنے کے لیے مزید کسی دلیل کی حاجت ہی کیا باقی رہی۔ فقہاء کا کلام سمجھنے کے لیے حسن فہم و بصیرت کی ضرورت ہے اگر وہی کسی کے اندر موجود نہ ہو تو اس کا علاج ہمارے پاس کیا ہے؟

یہاں ایک سوال اور بھی ہے جو صاحب فہم کے لیے خاص طور پر قابل توجہ ہے اور یہ ہے کہ تلاوت قرآن کی حالت عین عبادت کی حالت ہے اور اس حالت میں بھی فقہاء نے باپ، اُستاد اور عالم دین کے لیے قیام کی اجازت دی ہے اسی سے بزرگوں کے قیام تعظیمی کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے کہ عبادت کی حالت میں بھی اُسے نہیں ترک کیا گیا۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ حقانی صاحب کی تحریر کے مطابق جب حدیثوں سے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے قیام کی ممانعت ثابت ہے تو فقہائے احناف نے اُمتی کے لیے کیوں جائز قرار دیا۔ کیا اس بات سے فقہاء پر رسول کی نافرمانی کا الزام نہیں عائد ہوتا؟

تیسرا سوال یہ ہے کہ حقانی صاحب کی تحریر کے مطابق جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حیات طیبہ میں قیام کو ناپسند فرمایا اور وفات کے بعد بھی قیام انہیں ناپسند ہے تو فقہائے احناف نے حضور کے روضۂ مبارک پر حاضر ہونے والوں کو اس بات کی کیوں تلقین فرمائی ہے کہ وہ حضور کے روضہ کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوں اور اسی ہیئت کے ساتھ صلوٰۃ و سلام عرض کریں۔

(حوالہ کے لیے دیکھئے عالمگیری باب زیارۃ قبر النبی، ملتقی الابحر ج ۱ صد ۳۱۳، ارشاد الساری ملا علی قاری صد ۲۲۸)

اس تلقین سے فقہائے احناف پر کیا یہ الزام عائد نہیں ہوتا کہ انہوں نے اُمت

کو حضور کے حکم اور مرضی کے خلاف ایک کام کرنے کی ہدایت فرمائی ہے اور وہ بھی عین حضور کے روبرو۔

چوتھا سوال یہ ہے کہ حقانی صاحب نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قیام کو اپنے لیے ناپسند فرمایا ہے اور منع کر دیا ہے تو ہمارے اوپر لازم ہے کہ ہم حضور کی اطاعت کے جذبے سے قیام سے رُک جائیں۔ لیکن اپنی اسی کتاب میں اُنھوں نے ایک حدیث اور نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

کسی شخص نے آپ سے کہا کہ اے محمد! اے ہمارے سردار اور سردار کے لڑکے ہم سب سے بہتر! اور بہتر کے لڑکے! آپ نے فرمایا۔ لوگو! اپنی بات کا خود خیال کر لیا کرو۔ تمہیں شیطان ادھر اُدھر نہ کر دے میں محمد بن عبداللہ ہوں۔ میں خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ قسم خدا کی میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے میرے مرتبے سے بڑھا دو۔ (ص ۲۴۳)

اس حدیث کے ذیل حقانی صاحب لکھتے ہیں:

میرے عزیز دوستو! خوب سوچ لو کہ کہنے والے نے کوئی کھوٹی یا بری بات تو نہیں کہی تھی پھر بھی اس کو روک دیا گیا۔ کیونکہ اگلی اُمتوں کی گمراہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کے سامنے پھر رہی تھی۔

جب حضور نے ہمارے سردار کہنے سے روک دیا تو دو لفظوں میں جواب دیجئے کہ اس ممانعت کے بعد حضور کو "سردار" کہنا جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز نہیں ہے تو آپ نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۰۳ پر حضور کو سردار انبیاء لکھ کر حضور کے حکم کی صریح خلاف ورزی کی ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو جس چیز سے حضور منع فرما دیں وہ کیونکر جائز ہو گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حوالہ دے کر

جب مسلمانوں کو قیام سے روکا جاتا ہے تو تابعداری کا تقاضہ ہے کہ سردار کہنے سے بھی روکا جائے۔ یہ کیا ہے کہ کچھ باتوں میں تو اطاعت کی جائے اور کچھ باتوں میں نافرمانی۔ کسی حال میں بھی سچے مسلمان کا یہ شیوہ نہیں ہو سکتا۔

اس کے جواب میں شاید آپ یہ کہیں گے کہ یہاں ممانعت حقیقت پر مبنی نہیں ہے بلکہ انکسار و تواضع پر ہے۔ میں عرض کروں گا کہ بالکل یہی صورت قیام کے مسئلے کی بھی ہے اگر وہاں ممانعت حقیقت پر محمول ہوتی تو سیدہ فاطمہ کبھی قیام نہ فرماتیں۔ فقہائے احناف حضور کے روضۂ مبارک پر حاضر ہونے والوں کو بحالتِ قیام سلام پڑھنے کا کبھی حکم نہ دیتے اور شرع میں رسول کے لیے اگر قیام حرام ہوتا تو اُستاد باپ اور عالم دین کے لیے ہرگز قیام کی اجازت نہ ملتی۔ اور یہ بھی سن لیا جائے کہ یہ میں نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ اُمت کے معتمد علماء اور اسلام کے عظیم المرتبت ائمہ کا یہی مسلک ہے۔ یہاں تک کہ دیوبندی جماعت کے مشہور پیشوا مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی یہی کہا ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ اشرفیہ میں وہ لکھتے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے (قیام) کیوں نہیں پسند فرمایا۔ اس کی وجہ تواضع و سادگی و بے تکلفی تھی چنانچہ مرقات میں مصرح ہے۔

(فتاویٰ اشرفیہ ج ۱ ص ۱۸۲)

حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے متعلق حقانی صاحب کا یہ کہنا جمہور علمائے اسلام کے مسلک کے خلاف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو کھڑے ہونے کا جو حکم دیا تھا وہ اظہار تعظیم کے لیے نہیں تھا۔ بلکہ سواری سے اُتارنے کے لیے تھا۔ کیوں کہ مسلم شریف کی اسی حدیث کی شرح میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے اس حدیث سے بزرگوں کے لیے قیام تعظیمی کا ثبوت ملتا ہے اور اسی بنیاد پر جمہور علماء نے قیام کے مستحب ہونے کا فتویٰ دیا

ہے۔ (مسلم شریف ج ۲ صـ۹۵)

علاوہ ازیں حقانی صاحب جس دیوبندی مکتب فکر کی نمائندگی کرتے ہیں ان کا بھی عمل در آمد اسی مسلک پر ہے کہ حضور کا یہ حکم حضرت سعد کی تعظیم کے لیے تھا۔ جیسا کہ الجمعیۃ کے شیخ الاسلام نمبر میں اس کی صراحت ان لفظوں میں موجود ہے۔

دار العلوم دیوبند کا روایتی طریقہ قوموا السیّد کم کے مطابق یہ رہا ہے کہ بڑوں کی آمد کے وقت ادباً چھوٹے کھڑے ہو جاتے ہیں!

(شیخ الاسلام نمبر صـ۹۴)

یوں ہی حقانی صاحب کا یہ الزام بھی نہایت جھوٹا افترا ہے کہ میلاد کی محفل میں ہم کھڑے ہوتے ہیں کہ حضور تشریف لاتے ہیں۔ یہ اگرچہ ناممکن نہیں ہے جیسا کہ خود حقانی صاحب نے اپنی اسی کتاب میں اعتراف کیا ہے۔

میرا ایمان وعقیدہ تو یہ ہے کہ کسی خاص غلام پر کرم فرما کر آنا چاہیں تو انشاء اللہ یقیناً آ سکتے ہیں اور جن مجالس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں وہ مجالس انوار سے بھرپور اور خوشبو سے معطر ہو جاتی ہے۔ (شریعت یا جہالت) صـ۴۶۳

لیکن اس اعتقاد کو قیام کی بنیاد دینا غلط ہے بلکہ ہم اس لیے کھڑے ہوتے ہیں کہ قیام اظہار تعظیم کا ایک معروف ذریعہ ہے اور بارگاہ رسالت میں ذہنی استحضار اور سرور کائنات کے ساتھ شعوری ارتباط کی اس سے تجدید ہوتی ہے اور تصور کی بنیاد پر غائبانہ تعظیم کا سلسلہ شریعت میں پہلے سے موجود ہے۔ جیسا کہ بول و براز کی حالت میں خانہ کعبہ کی طرف رُخ اور پشت کرنے سے منع کیا گیا ہے اور یہ حکم ساری دنیا کے مسلمانوں کے لیے ہے عام ازیں کہ کعبہ ان کے پیش نظر نہ ہو۔

خدا کا شکر ہے کہ قیام کی بحث اپنی جملہ تفصیلات کے ساتھ یہاں تمام ہو گئی اور حقانی صاحب نے قیام کے خلاف جو دلائل پیش کیے تھے اُنہی سے قیام کا جواز ثابت کر دیا گیا۔ اس طرح انہی کی تلوار سے ان کا سر قلم ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہنے کی بحث

عالم اسلام کی طرف سے دیوبندی جماعت کے علماء پر سالہا سال سے یہ الزام عائد ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا بھائی کہتے ہیں۔ بھائی کے مفہوم میں چونکہ برابری کا تصور داخل ہے اس لیے نبی کو بھائی کہنا نبی کی تنقیص شان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اخوت انسانی کے رشتے کے باوجود کوئی اپنے باپ، اُستاد اور پیر کو بھائی نہیں کہتا۔

حقانی صاحب نے اس الزام کا جواب دینے اور حضور کو بھائی ثابت کرنے کے لیے ایک نیا راستہ تلاش کیا ہے۔ اُنہوں نے کہا ہے کہ ہم حضور کو بھائی نہیں کہتے بلکہ خود حضور نے ہم کو بھائی کہا ہے۔ کوڑی تو حقانی صاحب بہت دور کی لائے ہیں۔ لیکن اسے کیا کیجئے گا بہت زیادہ چالاکی بھی آدمی کو لے ڈوبتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر آپ حضور کو اپنا بھائی نہیں کہتے تو یہ صفائی کس بات کی پیش کر رہے ہیں۔

یہیں سے آپ حضرات کی چوری صاف پکڑی جا سکتی ہے کہ آپ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا بھائی کہتے ہیں اور کہا ہے۔ لیکن جھوٹے کو گھر تک پہنچا دینے کے اصول پر آپ حضرات ہی کی کتابوں سے آپ کا جھوٹ فاش کر دینا چاہتا ہوں۔

یہ دیکھئے دیوبندی فرقے کی مستند کتاب براہین قاطعہ کے صفحہ ۳ پر مولوی

خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں :

پس اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونے کے آپ کو بھائی کہا تو کیا خلاف نص (قرآن وحدیث) کے کہہ دیا وہ تو خود نص (قرآن وحدیث) کے موافق کہتا ہے :

اور اس سے بھی واضح ثبوت دیکھنا چاہتے ہوں تو دیوبندی مذہب کی بنیادی کتاب تقویت الایمان کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیں ۔ لکھتے ہیں کہ :

اولیاء انبیاء، امام زادہ، پیر وشہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر اُن کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے ۔ ہم ان کے چھوٹے بھائی ہوئے ۔ سو ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہیئے ۔ (تقویتہ الایمان)

ایک طرف تو دیوبندی مذہب کی کتابوں سے بھائی کہنے کے سلسلے میں یہ دستاویزی ثبوت ملاحظہ فرمایئے اور دوسری طرف خفانی صاحب کی یہ جھوٹی تحریر پڑھیئے صاف واضح ہو جائے گا کہ وہ مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتے ہیں ۔

آج ہندوستان میں بعض جگہ اس بات پر جھگڑے چل رہے ہیں کہ فلاں فلاں لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بڑے بھائی کے برابر سمجھتے ہیں ۔ یہ کوئی کہنے جیسی بات ہے ۔ میرے دوستو! یہ بات عقل کے خلاف ہے ، کوئی شخص مسلمان ہو کر ایسا کلمہ بھی زبان سے نکالے ۔ (ص ۲۱۶)

کہنے والی بات تو نہیں ہے لیکن آپ لوگوں نے کہا ہے یا نہیں ؟

اور جب کہنا ثابت ہوگیا تو بہ قول آپ کے ہم کہنے والوں کو کس طرح مسلمان سمجھیں؟ اور مزید برآں یہ ہٹ دھرمی اور سینہ زوری دیکھئے کہ اتنے واضح ثبوت کے باوجود یہ لوگ اُلٹے ہم ہی لوگوں کو موردِ الزام ٹھہراتے ہیں اور فتنہ پرداز کہتے ہیں۔ جیسا کہ حقانی صاحب لکھتے ہیں:

فتنہ پرداز لوگ فوراً فتنہ برپا کر دیتے ہیں اور ایسی پھیلاتے ہیں کہ دیکھو دیکھو یہ مولوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہتا ہے اور بھائی کے برابر سمجھتا ہے اس کا عقیدہ خراب معلوم ہوتا ہے۔ یہ وہابی دیوبندی یا تبلیغی معلوم ہوتا ہے (صـ ۲۱۶)

ذرا جھوٹ بولنے کا یہ آرٹ ملاحظہ فرمایئے۔ کوئی بھی اس تحریر کو پڑھ کر اس کے سوا اور کیا سمجھے گا کہ دیوبندی اور تبلیغی جماعت پر بالکل یہ جھوٹا الزام ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس الزام کو اتنا ہی بڑا سمجھتے ہیں تو دیوبندی اور تبلیغی جماعت کی طرف سے یہ اعلان کرا دیجئے کہ ہم اُن کتابوں کو نہیں مانتے جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہا گیا ہے۔ کیونکہ مسلمان ہو کر کوئی بھی ایسا کلمہ ہرگز منہ سے نہیں نکال سکتا۔ کہیے منظور ہے۔

انگوٹھا چومنے کی بحث

انگوٹھا چومنے کے خلاف حقانی صاحب نے دو دلیلیں پیش کی ہیں دونوں دلیلیں اتنی معرکۃ الآرا ہیں کہ آپ بھی پڑھ کر دنگ رہ جائیں گے۔

پہلی دلیل میں اُنھوں نے ایک حدیث پیش کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دن حضور مسجد میں تشریف لائے اور حضرت بلال اذان دینے لگے جب اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہ پر پہنچے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں

انگوٹھے آنکھ پر پھیرے اور کہا قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ ۔ یعنی یا رسول اللہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک آپ ہی سے ہے ۔ اس کے بعد حضور نے ارشاد فرمایا . کہ جو کوئی ایسا کرے اور ایسا کہے قیامت کے دن میں اس کی بخشائش کروں گا ۔

اس حدیث سے چونکہ انگوٹھا چومنے کا جواز ثابت ہوتا ہے اس لیے حقانی صاحب نے اس حدیث کے خلاف لکھا ہے ۔

جو حدیث انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانے کی آپ نے پڑھی اس کو علمائے حنفیہ ضعیف کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ حدیث بناوٹی ہے (ص ۲۲۲)

آپ ہی کے بیان سے ثابت ہو گیا کہ علمائے حنفیہ اسے حدیث ہی سمجھتے ہیں کیونکہ ضعیف حدیث بھی حدیث ہی ہوتی ہے اور ضعیف حدیث کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ علمائے حنفیہ کے یہاں فضائل اعمال میں مقبول ہے ۔ اگر حقانی صاحب کو یہ مسئلہ معلوم نہیں تھا تو انہیں کسی اچھے عالم سے پوچھ لینا چاہیے تھا ۔ اب باقی رہ گئے وہ بعض لوگ جو اس حدیث کو بناوٹی کہتے ہیں تو حقانی صاحب کے بیان کے مطابق وہ حنفی مذہب کے علماء میں سے نہیں ہیں اس لیے ان کی تقلید ہمارے لیے ضروری نہیں ۔ حنفی ہونے کے رشتے سے ہم صرف علمائے احناف کی رائے کے پابند ہیں ۔ لہٰذا حقانی صاحب کی تحریر سے ثابت ہو گیا کہ یہ حدیث بھی احناف کے نزدیک قابل عمل ہے اور ضعیف کی وجہ سے چاہے اسے سنت یا واجب کا درجہ نہ دے سکیں ۔ لیکن انگوٹھا چومنا مستحب یا کم از کم مباح ضرور ہے جیسا کہ خود حقانی صاحب نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے کہ :

انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانا سنت یا واجب یا فرض نہیں ہے بلکہ مستحب یا مستحسن یا مباح کے سوا کچھ بھی نہیں ۔ (ص ۲۲۲)

کہیے حقانی صاحب ! جب انگوٹھا چومنے والی حدیث بناوٹی ہے تو یہ فعل

مستحب کیسے ہو جائے گا۔ اسے تو بدعت اور ممنوع ہونا چاہیئے۔

دوسری دلیل حقانی صاحب نے وہ بہت ساری حدیثیں نقل کی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر درود شریف پڑھنا ضروری ہے۔ ان حدیثوں کو پیش کر کے انہوں نے اپنا مدعا اس طرح ثابت کیا ہے:

میرے عزیز دوست! ایمانداری سے فیصلہ کرنا اس بات کا کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سنے تو کیا کرنا چاہیئے۔ اپنے دونوں ہاتھ کے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھنا چاہیئے یا درود شریف پڑھنا چاہیئے۔ (ص ۲۱۹)

اب ہم اس الزام کا جواب سوا اس کے اور کیا دے سکتے ہیں کہ حنفی مذہب کی کتابوں کا پھر سے مطالعہ کیجئے اور سچے جذبے کے ساتھ یہ معلوم کیجئے کہ حضور پاک کا نام سن کر انگوٹھا چومنے کے سلسلہ میں احناف کا صحیح مذہب کیا ہے۔ یہ دیکھئے حنفی مذہب کی معتبر کتاب شامی میں اس مسئلے کی صحیح تفصیل یوں لکھی ہوئی ہے:

مستحب یہ ہے کہ اذان میں پہلی بار حضور کا نام پاک سن کر یہ درود شریف پڑھے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ اور دوسری بار کہے قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ، اس کے بعد اپنے دونوں انگوٹھے آنکھوں پر رکھ کر یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ، جو شخص ایسا کرے گا اور کہے گا اس کے لیے حضور نے بشارت دی ہے کہ قیامت کے دن جنت کی طرف اس کی پیشوائی کروں گا۔ جیسا کہ کنز العباد میں یہ حدیث منقول ہے۔ (شامی ج ۱ باب الاذان) ص ۲۹۳

حقانی صاحب! حنفی مذہب میں حضور پاک کا نام سن کر انگوٹھا چومنے کا صحیح طریقہ یہ ہے اور اسی طریقے کے ہم پابند ہیں۔ اس میں درود شریف پڑھنے

کی بھی ہدایت کی گئی ہے۔ اب تو شاید آپ یہ سوال نہیں کریں گے کہ انگوٹھا چومنا چاہیئے یا درود شریف پڑھنا چاہیئے۔ علمائے احناف کہتے ہیں کہ دونوں کو کرنا چاہیئے اور دونوں میں کوئی منافات نہیں کہ چومنا لبوں کا کام ہے اور پڑھنا زبان کا کام۔

حقانی صاحب آپ نے اپنے متعلق لکھا ہے کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں حنفی مذہب کا ماننے والا ہوں (ص ۲۲۲) آپ حنفی مذہب کے ماننے والے ہیں تو یہ چیز چھپنے کی نہیں ہے۔ قسم کھانے کی ضرورت کیا تھی۔ بُرا نہ مانیے تو عرض کروں کہ قسم کھا کر شاید آپ نے مدینہ کے منافقین کی سنّت پر عمل کیا ہے۔ کیوں کہ وہ بھی قسم کھا کر کہتے تھے کہ ہم مذہب اسلام کے ماننے والے ہیں۔

بہرحال آپ اگر حنفی ہیں تو انگوٹھا چومنے کے سلسلہ میں حنفی مذہب کا مسئلہ ہم نے کھول کر بیان کر دیا۔ اب کہیے! ایک سچے حنفی کی طرح کیا آپ اس مسئلہ پر آج سے عمل کریں گے؟

اور دوسرا سوال یہ ہے کہ شامی کی مذکورہ بالا عبارت میں درود شریف کا جو صیغہ تعلیم کیا گیا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے "اللہ تعالیٰ آپ پر درود بھیجے یارسول اللہ"

حنفی مذہب کا یہ مسئلہ ساری دنیا کے مسلمانوں کے لیے ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر جگہ کے حنفی مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ درود پڑھتے وقت یا رسول کہیں۔ یہیں سے یہ مسئلہ بھی واضح ہو گیا کہ دور سے یارسول اللہ کہنا اور خدا کے مقرب بندوں کا نام پکارنا حنفی مذہب میں قطعاً جائز ہے۔ اب جو اسے شرک یا حرام کہتا ہے تو وہ کسی اور مذہب کا ماننے والا ہے، حنفی مذہب کا ماننے والا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

انگوٹھا چومنے کو حرام ثابت کرنے کے لیے حقانی صاحب کو کوئی دلیل نہیں

ملی تو اُنہوں نے ایک جھوٹا الزام ہم پر یہ تراشا کہ ہم لوگ انگوٹھا چومنے کو فرض یا واجب سمجھتے ہیں اور جو ایسا نہ کرے اُسے مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ اس لیے اگر یہ جائز تھا بھی تو غلط اعتقاد کے باعث اب حرام ہو گیا۔ اس کے جواب میں ہم وہی کہیں گے جو قرآن نے کہا ہے لَعۡنَتَ اللّٰہِ عَلَی الۡکٰذِبِیۡن ؕ جھوٹوں پر خدا کی لعنت۔ اور یہ جواب اگر پسند نہیں ہے تو پھر حقانی صاحب ہماری کتابوں سے الزام ثابت کریں۔

وسیلہ کی بحث

حقانی صاحب نے اپنی کتاب میں وسیلہ کے خلاف جو بحث کی ہے۔ میں اسے ایسی جھوٹی گواہی سے تشبیہہ دوں گا جو جرح کے وقت جگہ جگہ سے ٹوٹ جائے اب یہ تاریخی بحث آپ بھی ملاحظہ فرمایئے۔ ان کا پہلا بیان ہے کہ

"حنفی مذہب میں وسیلہ سے دعا مانگنا جائز ہے"۔ (ص ۲۹۸)

اب ان کا دوسرا بیان ملاحظہ فرمایئے۔ لکھتے ہیں :-

کسی مزار پر جا کر یا اپنے گھر ہی میں سے اُن کے حق میں بعد میں فاتحہ اور دعائے مسنون کے خانہ کعبہ یا مسجد یا دیگر مقاماتِ مقدسہ یا تلاوت قرآن کی برکت سے یا فلاں زندہ بزرگ کے اعمال صالح کی برکت سے میرا فلاں کام پورا کر دے۔ تو جائز ہے۔ (ص ۳)

اس بیان سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ پہلی بات تو یہ کہ وسیلہ اگر جائز ہے تو صرف زندہ بزرگ کا، وفات یافتہ بزرگ کا نہیں اور وہ بھی ان کے نیک اعمال کا ان کی ذات کا نہیں! اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی دعا مانگنے کی جگہ مزارات بھی ہیں۔

اب ان کا تیسرا بیان بھی پڑھیئے۔ "عینی الہدایہ" اور "فتاویٰ عالمگیری کے حوالے سے اُنہوں نے تحریر فرمایا ہے :۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کے (عمل صالح) کے وسیلہ سے دعا کرنا مضائقہ نہیں۔ (صنن ۳)

اس بیان میں انبیاء علیہم السلام کے عمل صالح کے وسیلے سے دعا مانگنے کی اجازت دی گئی ہے جس کے معنیٰ یہ ہوئے کہ وفات یافتہ بزرگوں کے نیک اعمال کے وسیلے سے بھی دعا مانگی جا سکتی ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی حیات ظاہری کے ساتھ آج اس دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ ہزاروں سال پہلے وصال فرما چکے۔

اس عبارت میں بھی بریکٹ کے اندر اُنھوں نے اپنی طرف سے (عمل صالح) کا لفظ بڑھا کر اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ انبیاء اولیاء کی ذات کا وسیلہ جائز نہیں ہے۔ صرف نیک اعمال کا وسیلہ دے سکتے ہیں۔!

لیکن اسی بحث میں اُنھوں نے ایک حدیث نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و پریشان حال مسلمانوں کا واسطہ دے کر خدا سے کفار پر فتح کی دُعا مانگی تھی۔ (صنن ۳)

اس حدیث سے حقانی صاحب کا یہ بیان بالکل جھوٹا اور غلط ثابت ہو گیا کہ ذات کا وسیلہ جائز نہیں صرف اعمال کا وسیلہ دے سکتے ہیں کیوں کہ یہاں لفظ ہے "مسلمانوں کا واسطہ دے کر" جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ حضور نے ذات کے وسیلے سے دعا مانگی تھی۔ اعمال کا کہیں ذکر نہیں۔

اب ایک تماشہ اور ملاحظہ فرمایئے :

اس حدیث کے مطابق جب حضور نے صحابہ کا واسطہ دے کر خدا سے

دعا مانگی تو حضور کے اس عمل سے واضح طور پر ثابت ہوگیا کہ وسیلہ کے ساتھ دعا مانگنا سنّت رسول ہے اب ایک طرف یہ حدیث نظر میں رکھیے اور دوسری طرف حقانی صاحب کا یہ بیان پڑھیے۔ شریعت کی جھوٹی حمایت کا جذبہ بے نقاب ہو جائے گا۔ تحریر فرماتے ہیں :۔

دُعا کے وقت کسی قسم کا واسطہ اور وسیلہ کا شرع شریف میں حکم نہیں ہے اور نہ خدا کو اس کی ضرورت ہے کیوں کہ وہ ہر وقت سُنتا ہے (ص ۲۰۴)

اور کسے حکم کہیں گے ؟ جب حدیث سے ثابت ہوگیا کہ نیک بندوں کا وسیلہ اور واسطہ دے کر دعا مانگنا سُنّت رسول ہے تو اس کے متعلق شرع شریف کا اور کون سا نیا حکم آپ معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ شرع شریف نے سُنّت رسول پر عمل کرنے کا مطالبہ مسلمانوں سے نہیں کیا ہے ؟ کیا اسلام کا یہ بنیادی مسئلہ بھی آپ کو بتانا پڑے گا ؟

اور عبارت کا یہ فقرہ کہ "نہ خدا کو اس کی ضرورت ہے" بڑے غضب کا ہے۔ آج بالکل پہلی بار اس نکتہ سے ہم روشناس ہوئے کہ معاذ اللہ خدا کو بھی ضرورت پیش آتی ہے۔ وسیلے کی چونکہ اسے ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے یہ کام عبث اور فضول ہے اور نماز روزہ کی اُسے ضرورت ہے اس لیے وہ ضروری ہے۔

اور وجہ بھی کتنی معقول بتائی گئی ہے چونکہ وہ ہر وقت سنتا ہے اس لیے وسیلہ کی ضرورت نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ پھر سرے سے دعا ہی کی ضرورت کیا ہے جب کہ بندوں کا حال بھی اس سے مخفی نہیں ہے وہ ہر وقت دیکھتا ہے اور جانتا ہے جو بہتر ہوگا وہ خود کرے گا۔ کسی کے کہنے سُننے کی آخر ضرورت ہی کیا ہے۔

پھر زبان درازی کرنے سے پہلے حقانی صاحب کو کم از کم اتنا ضرور سوچنا چاہیئے تھا کہ نیک بندوں کا واسطہ دے کر جب رسول پاک نے دعا مانگی ہے تو ان سے بڑھ کر وسیلے کی اہمیت اور ضرورت سے کوئی واقف ہوگا۔ اب اس کا فیصلہ میں آپ ہی کے جذبۂ انصاف پر چھوڑتا ہوں کہ اپنی اس تحریر میں وسیلے پر جو انہوں نے چوٹ کی ہے اس کی زد کہاں کہاں پڑتی ہے؟

بحث کے خاتمہ پر حقانی صاحب سے دو سوال کرنا چاہتا ہوں اور مجھے اُمید ہے کہ وہ اس کا صحیح جواب دیں گے۔

پہلا سوال تو یہ ہے کہ آپ نے مزارات پر جا کر دُعا مانگنے کے بارے میں جو لکھا ہے کہ یہ جائز ہے تو یہ بات آپ نے کہاں سے لکھی ہے اور کیوں لکھی ہے۔ جب خود نبی یا ولی کی ذات آپ کے نزدیک دعا کی مقبولیت کا ذریعہ نہیں بن سکتی تو ان مزارات میں کیا خصوصیت ہے؟

اور دوسرا سوال یہ ہے کہ ایک طرف تو آپ نے اپنی اسی کتاب میں بتوں کے حق میں نازل ہونے والی تمام آیتوں کو انبیاء و اولیاء کے مزارات پر منطبق کیا ہے اور دوسری طرف برکتوں کے حصول کے لیے ان ہی مزارات پر جانے کی آپ مسلمانوں کو ترغیب بھی دیتے ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کی کون سی بات صحیح ہے؟

خدا کا شکر ہے کہ بوسیلۂ سرکار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم وسیلے کے خلاف حقانی صاحب کی ساری بحث کا بخیہ اُدھڑ گیا۔ اب ان کے اندر ذرا بھی غیرت ہوگی تو مسلمانوں کے سامنے وسیلے کے خلاف لب کشائی نہیں کریں گے۔

علم غیب کی بحث

علم غیب کے مسئلے پر بحث کے آغاز ہی میں حقانی صاحب نے ایک آیت

پیش کی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے کل کیا ہوگا۔ بارش کب ہوگی۔ کون کہاں مرے گا اور قیامت کب آئے گی؟ اور اس کے بعد لکھا ہے:

اور صحیح بخاری شریف کی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی فرماتے ہیں کہ ان باتوں کا علم سوائے اللہ کے اور کسی کو بھی نہیں ہے۔ پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آج تک جو ہو چکیں اور قیامت تک جو ہونے والی باتیں تھیں وہ بتا دی ہیں۔ (ص ۱۱۹)

بتایئے! اب یہاں کون سی بات باقی رہ گئی جس پر بحث کی جائے۔ رسول کے لیے سارا علمِ غیب تو اُنھوں نے مان ہی لیا ہے۔ ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک اور آج سے لے کر قیامت تک ہونے والی باتوں کی جب اُنھوں نے خبر دی ہے تو ظاہر ہے کہ یہ سارا علم اُنہیں عطا کیا جا چکا ہے اب اس اقرار کے بعد علمِ غیب رسول کے انکار میں اپنے نامۂ اعمال کی طرح اُنھوں نے ورق کے ورق سیاہ کر ڈالے ہیں تو اس سے ان کا مدعا سوا اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ خود اُنھوں نے اپنے آپ کو جھٹلایا ہے!

بہر حال اُنھوں نے اپنے آپ کو جھٹلایا ہو یا اسلام کی حقیقتوں کو۔ بات جب آ گئی ہے تو ان کے قلم کی سیاہ کاریوں کا نقاب اُلٹ ہی دینا چاہتا ہوں تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ علم غیب رسول کے انکار میں اُنھوں نے کس طرح کے دجل وفریب سے کام لیا ہے اور کتنی دلیری کے ساتھ اُنھوں نے سچی حقیقتوں کو مسخ کیا ہے۔ اس کی تفصیل ذیل میں ملاحظہ فرمایئے۔

(۱)

اُنہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جو علمِ غیب ہم

مانتے ہیں وہ عطائی ہے۔ یعنی خدا کی عطا سے ہے۔ لیکن اُنہوں نے ان تمام آیتوں کو جن میں مخلوق کے لیے علم غیب ذاتی کی نفی ہے، علمِ غیب عطائی کے انکار میں پیش کیا ہے۔ اس طرح اُنہوں نے اصل حقیقت کو چھپا کر آنکھوں میں دھول جھونکنے کی مذموم کوشش کی ہے۔

(۲)

نزول قرآن کے وقت کاہنوں کے متعلق اہل عرب کا عقیدہ تھا کہ وہ غیب کی باتیں جانتے ہیں اسی عقیدے کی تردید میں قرآنِ کریم نے متعدد مقام پر کہا ہے کہ غیب کی بات سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ لیکن یہ کتنا بڑا فریب ہے کہ انہوں نے ان تمام آیتوں کو جن میں کاہنوں اور رمالوں کی غیب دانی کا انکار ہے، رسول پر منطبق کر دیا ہے۔ کاہنوں کے متعلق تو یہ عقیدہ اس لیے غلط ہے کہ خدا نے اُنہیں یہ علم عطا ہی نہیں کیا ہے۔ لیکن رسول کو تو خدا نے یہ علم عطا کیا ہے۔ جس کا اقرار خود حقانی صاحب کو بھی ہے جیسا کہ کچھ پہلے ان کی عبارت آپ کی نظر سے گزری۔

پس اب آپ ہی فیصلہ کیجیے کہ اتنے واضح فرق کے باوجود جو رسول اور کاہن کو ایک ہی نظر سے دیکھتا ہے وہ اپنے وقت کا کتنا بڑا شقی اور دجّال ہے۔

(۳)

حقانی صاحب نے اس مفہوم کی بہت ساری حدیثیں پیش کی ہیں کہ حضور سے کچھ سوال کیا گیا، اس وقت اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ جب وحی آئی بتایا۔ دروازے پر کچھ حاجت مند عورتیں کھڑی تھیں جب انہوں نے اپنی درخواست بھجوائی تو حضور نے ان کا نام دریافت کیا۔ بہت سے معاملات اور واقعات

میں خود حضور نے صحابۂ کرام سے دریافت کر کے حقیقت حال کا پتہ چلایا۔ کوئی واقعہ پیش آیا اور حضور فیصلہ نہیں کر سکے کہ یہ صحیح ہے یا غلط ؟ وغیرہ وغیرہ۔

ان ساری حدیثوں کو پیش کر کے حقانی صاحب نے کہا ہے کہ اگر حضور کو علم ہوتا تو حضور کیوں سوال کرتے، کیوں وحی کا انتظار کرتے۔ کیوں ایسا کرتے کیوں ویسا کرتے لہٰذا ثابت ہوا کہ حضور کو علم غیب نہیں تھا۔

سب سے پہلے تو میں حقانی صاحب کے جذبۂ تلاش کو مبارک باد دوں گا کہ انہوں نے کتنی ہی راتوں کی نیند حرام کر کے اپنے نبی کے علمی نقائص کا ثبوت مہیا کیا ہے۔ ایسے وفادار اُمتی کسی نبی کی تاریخ میں شاید ہی مل سکیں گے۔

(۴)

دوسری بات یہ کہوں گا کہ اگر وہ انسانوں کی آبادی میں رہتے ہیں تو جانتے ہوں گے کہ بہت سی مصلحتیں ایسی ہوتی ہیں کہ آدمی جانتے ہوئے بھی اپنے علم کا اظہار نہیں کرتا، یا علم کے باوجود جواب نہیں دیتا یا کسی بات کو جانتا ہے پھر بھی سوال کرتا ہے۔ ان ساری باتوں کو عدم علم کی دلیل سمجھنا غلط ہے۔ خود حقانی صاحب نے اپنی کتاب کے ص ۴۷ پر اس مضمون کی ایک حدیث نقل کی ہے کہ کسی مجلس ذکر سے جب فرشتے عالم بالا کی طرف واپس جاتے ہیں تو خدا ان سے سوال کرتا ہے کہ میرے بندے کیا کر رہے تھے۔ وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں انہوں نے مجھے دیکھا ہے یا نہیں ؟ وغیرہ وغیرہ، تو کیا یہاں بھی آپ یہی منطق لڑائیں گے کہ خدا کو علم غیب ہوتا تو وہ فرشتوں سے کیوں پوچھتا۔

بلکہ خود حقانی صاحب نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب وہ طور پر گئے تو منہ کی خوشبو کے لیے گھاس کی ایک

پتی چبالی تھی اس پر" اللہ تعالیٰ نے باوجود علم کے پوچھا کہ کیوں ایسا کیا" (ص ۳۸۵)
اس واقعہ سے واضح ہوجاتا ہے کہ سوال علم کے منافی نہیں ہے۔

۵

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے متعلق ہمارا مسلک یہ ہے کہ وہ ۲۳ سال کی مدت میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ یعنی نزولِ وحی کی ابتدا سے لے کر آخری سانس تک حضور کے علمی کمالات کی تکمیل ہوتی رہی۔ لہٰذا اس درمیانی مدت میں اگر یہ ثابت ہوجائے کہ فلاں چیز حضور نہیں جانتے تھے تو ہمارے دعوے پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔
اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہے کہ ایک شخص ۱۹۲۵ء میں پیدا ہوا اور ۱۹۵۰ء میں اُسے عالم فاضل کی ڈگری مل گئی۔ جب اس کے علم کا ڈنکا ہر طرف بجنے لگا تو کچھ اس کے حاسد اور دُشمن پیدا ہوگئے اور انہوں نے ہر طرف شور مچانا شروع کردیا کہ وہ عالم نہیں ہے وہ عالم نہیں ہے۔ اس پر اس عالم کے وفادار شاگردوں نے ان حاسدوں کو پکڑا اور ان سے پوچھا کہ یہ بات تم کہاں سے کہتے ہو۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس معتبر راویوں کے بیانات موجود ہیں جنہوں نے ۱۹۲۸ء میں اُسے دیکھا تھا۔ وہ حرف تہجی بھی نہیں پڑھ سکتا تھا۔ کچھ لوگوں نے ۱۹۳۵ء میں اُس سے ملاقات کی تھی وہ عربی عبارت بھی نہیں پڑھ سکتا تھا۔ بہت سے لوگوں کا بیان ہے کہ ۱۹۳۸ء میں اس سے تفسیر و حدیث کے چند مسائل پوچھے گئے اور وہ ایک کا بھی جواب نہیں دے سکا۔ اب آپ ہی بتایئے ایسے حاسدوں کی باتوں کا آپ سوا اس کے اور کیا جواب دیں گے کہ اچھی طرح ان کے دماغ کی مرمت کردیں۔ بالکل اسی طرح کا انداز حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کے انکار میں خفاتی صاحب نے بھی اختیار کیا ہے۔

(٦)

رسول دشمنی کی ایک لرزہ خیز کہانی اور سنیئے۔ حقانی صاحب نے اپنی کتاب میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور ایک دن منبر پر کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ جو شخص کچھ پوچھنا چاہے وہ پوچھے تم مجھ سے جو بات پوچھو گے میں بتا دوں گا جب تک کہ میں اس مقام میں ہوں۔

آپ بھی اس بات سے اتفاق کریں گے کہ اس طرح کا اعلان وہی کر سکتا ہے جو دنیا و آخرت کے جملہ علوم غیبیہ سے واقف ہو۔ یہیں سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ حضور دنیا سے اس حال میں تشریف لے گئے کہ پیدائش آدم سے لے کر دخول جنت و نار تک کے جملہ علومِ غیبیہ حضور کو عطا کر دیئے گئے تھے، کچھ خدائی دعویٰ نہیں ہے کہ اس کی مخالفت کی جائے۔

اوپر والی حدیث سے متعلق حقانی صاحب نے لکھا ہے کہ حضور کے علم و ادراک کی کیفیت اسی وقت تک کے لیے تھی جب تک کہ حضور ممبر پر کھڑے تھے چلیے آپ ہی کی بات سہی! پھر بھی آپ پر یہ سوال مسلط رہے گا کہ اتنی دیر کے لیے بھی حضور نے معاذ اللہ خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ آپ ہاں نہیں کہہ سکتے۔ اس لیے ماننا پڑے گا کہ ایسا دعوائے اسلام میں شرک نہیں ہے اور نہ یہ خدائی کا دعویٰ ہے۔

لیکن ذرا حقانی صاحب کی رسول دشمنی دیکھئے کہ وہ یہ دعویٰ سن کر آپے سے باہر ہو گئے۔ اور گالی گلوچ پر اُتر آئے۔ لکھتے ہیں:

جاہل واعظوں اور بے دین لوگوں نے گمراہ کرنے کے لیے جہالت کا دوسرا دروازہ کھولا۔ اور کہتے ہیں کہ زندگی میں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کل علم غیب نہیں تھا، وفات کے وقت کل علمِ غیب اور اختیارات دے دیئے گئے۔ حالانکہ یہ بات بھی بالکل جھوٹ سراسر غلط اور بے بنیاد

ہے۔ آنکھوں کے اندھے، جیب کے بندے، پیٹ کے پجاری، نفس کے غلام، شریعت کے دشمن، اُمت محمدیہ کو گمراہ کرنے کی نئی نئی چالیں چلتے ہیں۔ (ص ۱۷۴)

ذرا ان سے پوچھیے کہ یہ گالیاں آخر کس بات کی دے رہے ہیں حضور کے لیے ایسا دعویٰ ہم نے بھی کر دیا تو یہ کوئی خدائی کا دعویٰ تو ہے نہیں کہ عقیدۂ توحید کے جذبے میں آپ بے قابو ہو جائیں۔ لہٰذا اب سوا اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ رسول دشمنی کی جلن میں آپ اس مرگی کا شکار ہوتے ہیں۔

ہمارے اس دعوے کو جھوٹا ثابت کرنے کے لیے پھر ان کی نیند حرام ہو گئی اور اُنھوں نے قیامت کے دن کی ایک اور حدیث تلاش کر لی۔ جس میں حضور نے خبر دی ہے کہ حوض کوثر پر میرے پاس ایک قوم آئے گی۔ پھر میرے اور اس کے درمیان کوئی چیز حائل کر دی جائے گی۔ میں کہوں گا یہ میرے ہیں یا میرے طریقے میں ہیں۔ اس کے جواب میں بتایا جائے گا کہ تم کو معلوم نہیں کہ اُنہوں نے تمہارے بعد کیا کیا نئی باتیں پیدا کی ہیں (ص ۱۷۴)

یہ حدیث نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

"پھر آپ کو وفات کے بعد علم غیب اور اختیارات کہاں ملے۔"

(ص ۱۳۵)

بے عقل کو اتنی تمیز نہیں کہ قیامت کے دن کی بات تو الگ رہی حضور نے تو اپنی زندگی ہی میں اس واقعہ کی خبر دے دی ہے۔ اگر حضور کو اس واقعہ کا علم نہیں تھا تو خبر کیسے دی۔ اب رہ گئی بات پہچاننے کی تو بھول و نسیان علم کے منافی نہیں ہے اور یہاں تو حضور خود فرماتے ہیں کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی چیز حائل کر دی جائے گی جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی مرضی نہیں ہو گی کہ میں انہیں پہچانوں۔

دل کی کدورت بھی کیا چیز ہوتی ہے سوچتا ہوں تو کلیجہ کانپنے لگتا ہے لوگوں کو اپنے بزرگوں کے علمی کمالات کا ذکر کرنے میں مزہ ملتا ہے اور حقانی صاحب کا مزاج یہ ہے کہ انہوں نے تقریباً بیس صفحات انبیاء سے لے کر سید الانبیاء تک ایک ایک کے بارے میں نہایت مزے لے لے کر بیان کیا ہے کہ انہیں فلاں بات کا علم نہیں تھا انہیں فلاں بات کا علم نہیں تھا۔ بلکہ بعض جگہ تو انبیاء کی "بے علمی" ثابت کر کے وہ خوشی سے پھولے نہیں سما سکے ہیں اور بے ساختہ قلم سے یہ فقرہ نکل گیا ہے۔ "اور بتاؤں میرے بھیا کو"

ہائے رے شیطان کا حسنِ فریب! تو نے کس کس راہ سے لوگوں کا ایمان غارت کیا ہے۔ مانا کہ گنہگار تھے۔ پر رحمتِ خداوندی تو غم گسار تھی۔ لیکن تو نے تو انبیاء کا گستاخ بنا کر رحمت و نجات کا یہ دروازہ بھی مقفل کر دیا۔

آخر میں یہ کہتے ہوئے مسئلہ علمِ غیب پر اپنی بحث ختم کرتا ہوں کہ اگر میں نے اس کا التزام نہ کر لیا ہوتا کہ انہی کی کتاب سے ان کی تردید کی جائے تو علمِ غیب رسول کے ثبوت میں قرآن و حدیث اور اقوالِ امت سے دلائل کے انبار لگا دیتا۔ خدا نے توفیق دی تو یہ قرض آج نہیں تو کل اپنے سر سے ضرور اتاروں گا۔

ایک جھوٹے الزام کی تردید

مجھے نہایت افسوس ہے کہ وقت کی تنگی کے باعث حقانی صاحب کی کتاب کے باقی مسائل پر بحث نہیں کر سکا۔ خدا نے توفیق دی تو کسی بھی فرصت کے وقت باقی حصہ بھی مکمل کر دوں گا۔

لیکن اس وقت ایک غلط الزام کی تردید ضروری سمجھتا ہوں اس لیے چند لمحے آپ کو اور مصروفِ مطالعہ رکھوں گا۔

مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ حقانی صاحب نے جمشید پور کے قیام میں ساکچی اسٹینڈ پر تقریر کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا کہ انہوں نے اپنی کتاب میں خدا کو ۶۵ گالیاں دی ہیں اور وہ کتاب میں نے بڑی مشکل سے حاصل کی ہے اور میں نے اسے محفوظ رکھا ہے۔

میں حقانی صاحب اور ان کے جملہ حامیوں کو خدا کا واسطہ دے کر چیلنج کرتا ہوں کہ وہ ذرا بھی اپنے قول کے سچے اور دھرم کرم کے پکے ہیں تو وہ کتاب مذکور ہمارے سامنے پیش کریں اور دکھلائیں کہ کہاں اعلیٰ حضرت نے معاذ اللہ خدا کو گالیاں دی ہیں۔ اگر انہوں نے دکھلا دیا تو میں ذلت و رسوائی کا طوق اپنے گلے میں ڈال کر ہمیشہ کے لیے جمشید پور چھوڑ دوں گا۔

اور اگر انہیں سانپ سونگھ گیا اور وہ نہ دکھلا سکے تو پھر اس جھوٹے بہتان کی فریاد میں عوام ہی سے کہوں گا کہ وہ خود انصاف کی روشنی میں فیصلہ کریں کہ اس طرح کے جھوٹے بہتان لگا کر جو مسلمانوں میں منافرت پھیلاتا ہے وہ اپنے وقت کا کتنا بڑا دجال ہے ؟

دعا ہے کہ خدائے پاک ایسے دجالوں اور کذابوں کے شر سے اپنے رسول کی امت کو محفوظ رکھے۔ آمین ! وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ